قیمت چار روپے

AUSTRALIA	A$ 3.50	DENMARK	D. KR. 14.00	ITALY	LIT. 3,000	NEW ZEALAND	NZ$ 4.95	SRI LANKA	Rs 40
BANGLADESH	Taka 20	FRANCE	Fr 10	JAPAN		NORWAY	N. KR12.00	SWEDEN	Kr 15
BELGIUM	Fr 70	FINLAND	F. MK 10.00	KOREA	W 1.800	PAKISTAN	Rs. 15	SWITZERLAND	Fr 3
BRUNEI	B$ 4.50	GERMANY	DM3.50	MALAYSIA	RM 3.00	PHILIPPINES	P 25	THAILAND	B 40
CANADA	C$.3.50	HONG KONG	HK$ 15.00	MALDIVES	Rf 12.00	SAUDI ARABIA	SR 3	U.K.	£ 1.30
CHINA	RMB 12.50	INDONESIA	RP 3,400 (INC.PNN)	NETHERLANDS	G 3.30	SINGAPORE	S$ 2.50	U.S.A.	US $ 3.00

مسلم ووٹوں کی حصولیابی کے لئے بی جے پی بے چین

بی جے پی دلکش وعدوں کا پلندہ لے کر مسلمانوں کے دروازے پر دستک دینے کی تیاری میں

بی جے پی نے 1996 میں ہونے والے انتخابات کی تیاری شروع کردی ہے۔ اس نے اپنے ہدف کا اعلان کردیا ہے اور اس کو حاصل کرنے کی حکمت عملی بھی واضح کردی ہے۔ پارٹی کے سینئر لیڈروں نے اپنے ورکرس کو دہلی تک "مارچ" کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ اور انہیں یہ تاکید بھی کردی گئی ہے کہ وہ معاشرے کے ہر طبقے سے ملیں سب کو اپنی بات سمجھائیں، مسلمانوں میں بھی جائیں اور ان کی یہ غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کریں کہ بی جے پی ان کی دشمن ہے۔ علاوہ ازیں بی جے پی کے سرکردہ لیڈر اٹل بہاری واجپئی نے بذات خود مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا ہے کہ مہاراشٹر اور گجرات میں شیوسینا اور بی جے پی کی حکومت بننے سے مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ان کے جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ ہیں۔ بی جے پی ان کی دشمن نہیں ہے۔

گوا کی راجدھانی پنجی میں گذشتہ دنوں منعقد ہونے والی بی جے پی ایگزیکٹیو کمیٹی کی مٹینگ اس لحاظ سے اہمیت کی حامل تھی کہ پہلی بار اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کی جانب للچائی نظر ڈالی گئی ہے۔ مہاراشٹر اور گجرات میں کانگریس کی مخالفت میں کچھ مسلمانوں نے شیوسینا اور بی جے پی کو بھی ووٹ دیا اور جس کے نتیجے میں یہ پارٹیاں برسر اقتدار آگئیں۔ یوں تو بی جے پی کو پہلے سے ہی یہ احساس ہے کہ طاقت کا توازن مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، مسلمان جس کی حمایت کردیں کامیابی اسی کو ملتی ہے۔ لیکن بی جے پی کے اندر اتنی اخلاقی جرات نہیں تھی کہ وہ مسلمانوں سے بھی ووٹ کی بھیک مانگ سکے۔ کیونکہ اس کی سیاست کی بنیاد ہی مسلم دشمنی پر ہے، اجودھیا کی بابری مسجد کو شہید کرنے سے پہلے اور اس کے بعد بھی اس کا روئے سخن کبھی بھی مسلمانوں کی طرف نہیں تھا۔ لیکن حالیہ اسمبلی انتخابات کے بعد بی جے پی نے مسلمانوں سے براہ راست گفتگو کی ضرورت محسوس کی۔ اس کے لئے پہلے تو بی جے پی کے صدر اڈوانی نے مہاراشٹر اور گجرات میں مسلم ووٹوں کی اہمیت کا اعتراف کیا اس کے بعد پارٹی کے نام نہاد لبرل لیڈر واجپئی نے مسلمانوں کے تعلق سے بیان دیا اور پھر اڈوانی نے بھی مسلمانوں سے خوشگوار تعلقات کی استواری کا اشارہ دیا۔ اس کے بعد میٹنگ میں جان بوجھ کر ایسے معاملات بحث ومباحثے سے دور رکھے گئے جن سے مسلمانوں کو قریب لانے کی کوششیں رائیگاں ہونے کا خطرہ تھا۔ نہ تو اجودھیا کا معاملہ اٹھایا گیا نہ ہی کاشی متھرا کا۔

اسے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس کی گاڑی مرکزی اقتدار کے عین قریب پہنچ گئی ہے۔ ضرورت صرف "مسلم سواریوں" کی ہے اگر مسلم ووٹ اس گاڑی پر بیٹھ جائے تو کوئی طاقت اسے پارلیمنٹ پر قبضہ کرنے سے نہیں روک سکتی۔

ان ایشوز کو کہا گیا کہ بی جے پی کے ایجنڈے میں انہیں ترجیحی درجہ حاصل نہیں ہے۔ بمبئی سے مبینہ بنگلہ دیشی مسلمانوں کو نکالنے کے معاملے کو بھی ثانوی درجہ دیا گیا جب کہ اس کی پارٹنر شیوسینا نے اس معاملے پر طوفان کھڑا کر رکھا ہے۔

اس وقت ملک کی جو سیاسی صورتحال ہے اس کے تناظر میں بی جے پی خود کو کانگریس کا متبادل

مسلمانوں کو دام فریب میں پھانسنے کے لئے بی جے پی کے رہنما سر جوڑ کر بیٹھے

تصور کر رہی ہے۔ کانگریس یوں بھی تمام ریاستوں سے خارج ہوتی جارہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بی جے پی ایک بڑی پارٹی کی حیثیت سے ابھر رہی ہے۔ جہاں وہ برسر اقتدار نہیں ہے وہاں حزب مخالف کی کمان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ دوسری طرف سیکولر فرنٹ ہے جو اپنے قائدین میں سیاسی بصیرت، سوجھ بوجھ اور منظم حکمت عملی کے فقدان کے سبب قومی قوت کے طور پر ابھر نہیں پارہا ہے۔ سیکولر عناصر کی جانب سے ایک بار پھر اسے کھڑا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن یہ وقت بتائے گا کہ وہ اس میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔

بی جے پی مسلم ووٹوں کی اہمیت کو سمجھتی ہے اور اب کچھ شرما، کر، جھجک کر اس کا اعتراف بھی کررہی ہے۔ کانگریس کے بتدریج بکھرنے کے سبب جو خلاء پیدا ہو رہا ہے اس کو پر کرنے کی سیکولر فرنٹ کی کوششوں کو وہ گہری نظر سے دیکھ رہی ہے۔ وہ اس کا بھی جائزہ لے رہی ہے کہ مسلم ووٹ جو سیکولر فرنٹ کی جانب جھک رہا ہے اسے اپنی طرف بلایا جائے۔ جہاں پر کانگریس اور بی جے پی کے درمیان کوئی تیسری قوت ہے وہاں مسلمان اسی کی حمایت کر رہے ہیں۔ اب بی جے پی اس نکتے پر اپنی ذہانت صرف کرنا چاہ رہی ہے تاکہ تیسری طاقت کی طرف جانے والے مسلم ووٹ کو اپنی طرف راغب کرسکے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ مسلمان اس کی جانب جھکنا گوارہ نہیں کریں گے اسی لئے اجودھیا، کاشی، متھرا، مبینہ بنگلہ دیشی ایشو اور اس قسم کے دیگر معاملات کو وہ چھیڑنا نہیں چاہتی۔ نیز یہ بھی باور کرا رہی ہے کہ کانگریس کا متبادل بننے کی قوت اس میں ہے۔ اور اگر مسلمان اس کی حمایت کردیں تو وہ مرکز میں واضح اکثریت حاصل کرسکتی ہے۔

مسلم ووٹ اپنی جھولی میں ڈالنے کے لئے وہ خوبصورت تجاویز کا پلندہ لے کر مسلمانوں کے سامنے آنے کی تیاری کررہی ہے۔ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ مسلم حمایت کے بغیر وہ مرکز میں حکومت نہیں بنا سکتی۔ وہ بے چین ہوگئی ہے۔ اسے یہ محسوس ہورہا ہے کہ اس کی گاڑی مرکزی اقتدار کے عین قریب پہنچ گئی ہے۔ ضرورت صرف "مسلم سواریوں" کی ہے اگر مسلم ووٹ اس گاڑی پر بیٹھ جائے تو کوئی طاقت اسے پارلیمنٹ پر قبضہ کرنے سے نہیں روک سکتی۔

سنجے دت اور کھیرنار کے معاملے پر بی جے پی اور شیوسینا میں ٹکراؤ

ایسا لگتا ہے جیسے بی جے پی اور شیوسینا میں ٹکراؤ شروع ہونے والا ہے۔ کچھ معاملات ایسے ہیں جن کو دونوں پارٹیاں اپنے اپنے انتخابی وعدے اور بیانات کی روشنی میں حل کرنا چاہتی ہیں۔ ان میں

معطل شدہ ڈپٹی میونسپل کمشنر کھیرنار، ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس الہاس جوشی، بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ششی کانت کارنک اور ٹاڈا کے تحت بند فلم اسٹار سنجے دت کے معاملے اہم ہیں۔ دونوں پارٹیوں میں اس پر اختلاف پیدا ہوگیا ہے کہ ان ایشوز کو کیسے حل کیا جائے، شیوسینا چاہتی ہے کہ سنجے دت کو رہا کردیا جائے اور ڈاکٹر کارنک کو بمبئی یونیورسٹی کا پھر وائس چانسلر بنا دیا جائے۔ وہ کھیرنار کی معطلی کو جوں کا توں برقرار رکھنا چاہتی ہے اور الہاس جوشی کے خلاف عائد کئے گئے الزامات کی چھان بین کرنا چاہتی ہے۔ جب کہ بی جے پی ان تمام تجاویز کی سخت گیر انداز میں مخالفت کررہی ہے۔

سنجے دت کی گرفتاری کے معاملے میں اس سے قبل بال ٹھاکرے اعلان کرچکے ہیں کہ اسے غلط طریقے سے گرفتار کیا گیا ہے۔ انتخابی مہم کے دوران انہوں نے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ان کی پارٹی برسر اقتدار آتی ہے تو سنجے کے خلاف عائد کئے گئے الزامات پر نظر ثانی کرے گی۔ اقتدار میں آنے کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ وہ سنجے دت کی فائل کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

شیوسینا چاہتی ہے کہ سنجے دت کو رہا کردیا جائے وہ کھیرنار کی معطلی کو جوں کا توں برقرار رکھنا چاہتی ہے اور الہاس جوشی کے خلاف عائد کئے گئے الزامات کی چھان بین کرنا چاہتی ہے۔ جب کہ بی جے پی ان تمام تجاویز کی سخت گیر انداز میں مخالفت کررہی ہے۔

دوسری طرف نائب وزیر اعلیٰ گوپی ناتھ منڈے جن کے پاس محکمہ داخلہ بھی ہے، کا کہنا ہے کہ حکومت کے سامنے ایسی کوئی تجویز نہیں رکھی گئی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ٹاڈا کے تحت گرفتار سنجے پر عائد الزامات ختم نہیں کئے جائیں گے کیونکہ عدالتی معاملے میں حکومت کی دخل اندازی غیر مناسب ہے۔

کھیرنار کو سابق وزیر اعلیٰ شرد پوار کے خلاف سنگین نوعیت کی الزام تراشی کے بعد معطل کردیا گیا تھا ان کا کہنا تھا کہ پوار کے داؤد ابراہیم، بھائی ٹھاکر اور پپو کلانی سے گہرے روابط ہیں۔ بی جے پی نے کھیرنار کی مقبولیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں اپنی انتخابی مہم میں شامل کرلیا تھا۔ اسی لئے وہ نہیں چاہتی کہ کھیرنار آگے بھی معطل رہیں جب کہ بال ٹھاکرے کا کہنا ہے کہ سرکاری افسران پر الزام عائد کرنا کھیرنار کی عادت ہے۔ دوسری طرف شیوسینا کے بیشتر کارپوریٹرس بھی کھیرنار کے خلاف ہیں کیونکہ ان کا طریقہ کار آمرانہ ہے۔

اسی طرح الہاس جوشی کا بھی معاملہ ہے وہ ایک سینئر پولیس افسر ہیں کھیرنار کے بعد انہوں نے بھی شرد پوار کے خلاف سنگین الزام لگائے تھے۔ ادھر ان پر بھی سنگین نوعیت کے الزامات ہیں۔ بی جے پی چاہتی ہے کہ اگر جوشی کے خلاف الزامات کی جانچ ہو تو یہ جانچ کوئی خود مختار اتھارٹی کرے اور اس کا تعلق محکمہ داخلہ سے نہ ہو۔ جب محکمہ داخلہ نے جوشی کے خلاف پریونشن آف کرپشن ایکٹ کے تحت جانچ کا کام شروع کیا تھا تو جوشی نے اسٹے کی درخواست دیدی تھی۔ بعد میں عدالت نے انسداد کرپشن بیورو کو حکم دیا کہ وہ جانچ کا کام جاری رکھے۔ اس سلسلے میں بی جے پی کے ایک سینئر لیڈر کا کہنا ہے کہ کھیرنار اور جوشی نے بی جے پی اور شیوسینا کو اقتدار میں آنے میں تعاون دیا تھا اس لئے ان کے خلاف کسی بھی قسم کا تعصب نہیں برتا جانا چاہئے۔ جب کہ شیوسینا دونوں میں سے کسی کے تئیں بھی نرم نہیں ہے۔

جہاں تک بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر کارنک کا معاملہ ہے تو اگلے مہینے ان کی مدت ختم ہو رہی ہے، شیوسینا چاہتی ہے کہ انہیں دوبارہ اسی عہدے پر فائز کردیا جائے جب کہ چند ماہ قبل بی جے پی کے ایک سینئر ریاستی لیڈر ہاشو اڈوانی نے جو کہ اب وزیر مالیات ہیں، ایک وفد کے ساتھ گورنر سے ملاقات کی تھی اور ڈاکٹر کارنک کے خلاف میمورنڈم دیا تھا۔ ایسی صورت میں بی جے پی ان کو دوبارہ وائس چانسلر بنانا نہیں چاہتی۔

اس طرح دونوں پارٹیوں میں اختلافات رونما ہونے لگے ہیں لیکن ایسا نہیں لگتا کہ ان اختلافات کے سبب حکومت کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔ البتہ اگر اختلافات کی خلیج وسیع ہوتی ہے تو اس کا اثر ریاستی حکومت کی کارکردگی پر پڑے گا۔ اور عوام ان کی حقیقت سے بھی واقف ہوجائیں گے۔

ہمارا ملک اقلیت دشمنی ہی نہیں اقلیت کشی کی منزل سے گذر رہا ہے

ایسا نہ ہو کہ ہندوستان مذہبی تنگ نظری کے اندھیروں میں کھو جائے

تحریر ..... ڈاکٹر محمد حسن

لیجیے۔ سارے فریبوں کے نقاب اٹھ گئے۔ قاتلوں کے سامنے ہے اور وہ بھی برملا کھلا قتل کا دعوی کرنے والے قاتلوں کو۔ بمبئی کی فلم نگری نے زندگی کے سارے فریب ایک ہی بار حقیقت میں تبدیل کر دیئے۔ شوسینا اور بی جے پی اقتدار میں آگئیں۔ اور قاتلوں کو کسی اور نام سے یاد کرنے کی ضرورت نہیں۔

وہی مجرم وہی قاتل وہی منصف ٹھہرا
اقربا میرے کریں خون کا دعوی کس پر

وقت ہے کہ لغت میں لفظوں کے معنی بدل دیئے جائیں کل کے مجرموں کو آج منصفوں کی قبا اور اقتدار کا تاج پہنائے جائیں کہ وقت نے اپنی میزان قدر بدل ڈالی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آج بھی چند سادہ دل سادہ لوح اپنے کو یہ طفل تسلیاں دے رہے ہیں کہ حکومت کی گدی پر بیٹھتے ہی قاتل اور مجرم منصف اور عادل ہو جاتے ہیں۔

ان سادہ دلوں کی تربیت کے لئے بال ٹھاکرے نے بمبئی میں شیو سینا کی حکومت قائم ہوتے ہوئے کھلے لفظوں میں اعلان کیا کہ ہندوستان کے مسلمانو، خبردار، اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو غیر ملکی قرار دے کر تمہاری زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی اور تمہارے خاندان کے خاندان کولھو میں پلوا دیئے جائیں گے۔ اب تم رہو گے تو ہمارے رحم و کرم پر اور ملک بدر ہو گے تو ہمارے حکم پر۔

تعجب ہے کہ ماضی کے گلے سڑے ڈھانچے کو سینے سے لپٹائے یہ ظلمت پسند جماعتیں تو ہماری عدالتوں کے نزدیک فرقہ پرست اور مذہبی منافرت پھیلانے والی قرار نہ دی جائیں۔ انہیں روکنے ٹوکنے والی عدالتوں اور سپریم کورٹ کے منہ پر تالے لگے رہیں آئین کے سبھی مفسر اور قانون داں خاموش رہیں اور پولیس اور انتظامیہ خاموشی سے ان کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو مجرم قرار دے کر ان کی لاشیں اٹھاتی رہے۔

اور اس کے مقابل اگر کہیں آندھرا میں کوئی انقلابی تحریک ذرا سی بھی کلبلائے تو اسے بلا تکلف غیر قانونی قرار دے دیا جائے۔ اسی کے پیش نظر کسی نے کہا تھا۔

ان کی پراسرار عدالت، ان کا پراسرار انصاف

اور یہ عالم اس وقت ہے جب مرکز میں ایک ایسی پارٹی کی حکومت برسر اقتدار ہے جو ان فرقہ پرست پارٹیوں میں سے نہیں ہے اور اس کے ارباب اقتدار خود اپنی لاج رکھنے کی خاطر کبھی کبھار ان پارٹیوں کے بیانات کے خلاف بھی بیانات جاری کرتے رہتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں مہاراشٹر کے سابق وزیر اعلی شرد پوار نے بھی ٹھاکرے کے بیان کی مخالفت میں ایک بیان داغ دیا اور سنا ہے کہ وزیر اعلی مہاراشٹر کو وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے بھی نرم گرم الفاظ میں سمجھایا۔ مگر کیا اس قدر کافی ہے؟ مسلمان رہنماؤں کا تو یہ عالم ہے کہ ڈاکٹر رفیق زکریا صاحب جو خیر سے جامعہ اردو کے چانسلر بھی ہیں (یا تھے) وہ بھی شیو سینا کے لیڈر کے بیانات کی تاویلیں ہی پیش کرتے رہتے ہیں اور ہم کسی شاعر کا یہ مصرعہ گنگنانے لگتے ہیں۔

ہے کہاں روز مکافات اے خدائے دارو گیر

شیو سینا کو مہاراشٹر پر حکومت کرنے کا حق بھی مل گیا (حالانکہ کھلم کھلا فرقہ پرست پارٹی ہونے کی بنا پر اسے ہندوستان میں غیر قانونی قرار دیا جانا چاہیے تھا) اور یہی نہیں یہ حق بھی مل گیا کہ وہ جس طرح چاہے ہندوستانی تاریخ کو مسخ کرے اور جسے چاہے اپنا ہیرو بنائے اور جس کے منہ پر چاہے کالک پوت دے۔ چنانچہ چھترپتی شیواجی کے سر پر شیوسینا نے ہیرو کا تاج سجا دیا۔

اور یہ بات وہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ شیواجی کی پیدائش کے لئے ان کے والد نے ایک مسلمان بزرگ سے دعا کرائی تھی اور زندگی بھر انہی کے معتقد رہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرہٹوں کی فوج میں مسلمان سپاہی خاصی تعداد میں شامل تھے اور مرہٹوں کے توپ خانے کا انتظام ایک مسلمان کے سپرد تھا یہی نہیں دہلی میں جب شاہ عالم ثانی کی آنکھیں غلام قادر روہیلہ نے نکال لیں تو اس کی سرزنش کے لئے مرہٹہ سرداری کو بھیجا گیا تھا۔

ہمارا ملک اقلیت دشمنی ہی نہیں اقلیت کشی کی منزل سے گزر رہا ہے اور اس خونخوار جہاد میں اقلیت تنہا ہے اب وہ زمانہ نہیں رہا جب اکثریت کے باثر اور انصاف پسند بڑی تعداد میں اس قسم کے اقلیت کش اقدامات کی مخالفت میں سر آواز اٹھاتے تھے اور صف آرا ہو جاتے تھے۔

لیکن راستہ اب بھی وہی ہے۔ کہ اس لڑائی کے اصل روپ کو ملک کے سامنے پیش کیا جائے۔ آج جو صورت حال ہندوستان کی مسلم اقلیت کے ساتھ روا رکھی جا رہی ہے کل ملک کی دوسری اقلیتوں کو بھی پیش آئے گی اور اس وقت فاشزم اپنے ننگے روپ میں سامنے آجائے گا۔

فاشزم اس سے پہلے بھی کئی ملکوں اور کئی زمانوں میں اپنا روپ دکھا چکا ہے۔ حد یہ ہے کہ جرمنی کے اذیت خانوں کی تفصیلات ابھی تک دوسری جنگ عظیم کے 25 سال بعد تک بھی سامنے آرہی ہیں ہمارے یہاں تو ابھی یہ مرض نیا بنا ہے زیادہ سے زیادہ اس کی عمر یہی کوئی 30 سال ہوگی۔ جوانی کی راتیں مرادوں کے دن۔۔ یہ ذرا اور جڑ پکڑ گیا تو پھر اس کا مقابلہ بہت دشوار ہو جائے گا۔

اس وقت سب سے بڑا فریضہ تاریخ نے ہندوستان کے مسلمانوں کو سونپا ہے۔ عالم انسانیت کے دفاع کا فریضہ۔ ہندوستان میں جو لوگ جمہوریت کا فروغ چاہتے ہیں انہیں فاشزم کے مقابلے میں کمر کسنا ہی پڑے گی۔ اور اس لئے بہت پہلے کمر کسنی پڑے گی جب یہ مرض لاعلاج ہو جائے۔ مسلمان چونکہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہیں اور ایسی اقلیت ہیں جو صرف اسی ملک تک محدود نہیں ہے بلکہ ارد گرد کے دوسرے ممالک کی غالب اکثریت بھی ہیں اس لئے انہیں تاریخی فریضہ انجام دینا ہے کہ وہ تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر ان تمام فرقوں کی حمایت حاصل کریں جنہیں ملک میں جمہوریت عزیز ہے۔

ملک اور معاشرہ اس وقت خطرے میں ہے ہر طرف بازی گر جال پھیلائے بیٹھے ہیں کہ ان کا بس چلے تو اقلیتوں کے خون کی ہولی کھیل کر اپنا حلوہ مانڈا سیدھا کریں۔ بال ٹھاکرے جیسے لوگ ملک میں نفرت کا بول بالا چاہتے ہیں تاکہ وہ اسی نفرت کی تجارت کے ذریعہ اپنا الو سیدھا کریں اور ملک کو صدیوں پرانے اندھیروں میں ڈھکیل دیں۔ آئین خاموش ہے کہ وہ اسی وقت بول سکتا ہے جب اس کی تشریح کرنے والی زبان اور قلم آزاد ہوں۔ عدالتیں مہر بلب ہیں کہ بقول محمد حسین آزاد جب مذاق عام کا راجہ ہولی کھیلتا ہے تو بڑے بڑے عالم

بال ٹھاکرے نے بمبئی میں شیو سینا کی حکومت قائم ہوتے ہوئے کھلے لفظوں میں اعلان کیا کہ ہندوستان کے مسلمانو، خبردار، اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو غیر ملکی قرار دے کر تمہاری زبان گدی سے کھینچ لی جائے گی اور تمہارے خاندان کے خاندان کولھو میں پلوا دیئے جائیں گے۔ اب تم رہو گے تو ہمارے رحم و کرم پر اور ملک بدر ہو گے تو ہمارے حکم پر۔

باقی صفحہ ۱۸ پر

لیکن کہیں کوئی اورنگ زیب نہ پیدا ہو جائے؟

مراٹھا سردار شیواجی کے نام پر بنی شیوسینا نے بمبئی میں ایسا طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے کہ جس سے نہ صرف مہاراشٹر بلکہ پورا ہندوستان تشویش میں مبتلا ہے۔ شیو سینا نے شیواجی کو مسلم دشمنی کی علامت کے طور پر انہیں اپنا آئیڈیل بنا لیا ہے اور مسلمانوں کے خلاف منافرت کا ایک محاذ کھول دیا ہے۔ یوں تو یہ محاذ برسوں سے قائم ہے اور شیواجی کا نام لے کر بار ہا بمبئی کے مسلمانوں کو مظالم کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات برپا کر کے ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کو تہہ تیغ کیا گیا ہے۔ البتہ ان دنوں اس محاذ پر سرگرمی بڑھ گئی ہے۔ نفرت و دشمنی کی دیواریں اور اونچی کی جا رہی ہیں۔ فاشزم کی شان میں قصیدے پڑھ کر مسلمانوں کو خوف وہراس میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ نہ صرف مسلمانوں کے خلاف منافرت میں اضافہ کیا جا رہا ہے بلکہ ملک کی سیکولر اقدار کو تہس نہس کرنے کا کھیل بھی شروع کر دیا گیا ہے۔

شیوسینا تباہی و بربادی کے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہی ہے اور اس کے قافلے کو روکنے کی جرآت کسی میں نہیں ہے۔ سیکولر ازم کے علمبردار اور جمہوری قدروں کا دم بھرنے والے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ زبان پر تالے ڈال لئے گئے ہیں، آنکھیں بند کر لی گئی ہیں اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر آنے والے طوفان کی خوفناک آوازوں کو سننے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سیکولر ازم کا دم بھرنے والے سیاسی لیڈروں اور فاشزم کے پرستاروں میں خفیہ ملاقاتیں بھی ہو رہی ہیں، شیوسینا کے چڑھتے ہوئے سورج کی پوجا کرنے اور فاشزم کے چوکھٹ کی جبیں سائی کرنے میں فخر بھی محسوس کیا جا رہا ہے۔

یہ طوفان بلا خیز اپنے جلو میں کتنی تباہیاں لائے گا شاید اس کا اندازہ لوگوں کو نہیں ہے۔ اور اسی لئے اس طوفان پر بند باندھنے کی تدبیروں پر غور کرنے کی فرصت کسی کے پاس نہیں ہے۔ شیو سینکوں، ان کی حکومت کے اہلکاروں اور مہاراشٹر کے سیاہ و سفید کے مالکوں کے تیور بتا رہے ہیں کہ ان کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔ اطلاعات کے مطابق مئی میں شیواجی کی برسی بھی منائی جانے والی ہے اور اس کے لئے سرکاری سطح پر زور دار تیاریاں ہو رہی ہیں اس موقع پر فرقہ وارانہ طوفان بھی برپا کیا جا سکتا ہے۔ بال ٹھاکرے کے عزائم کا اندازہ تو اسی دن ہو گیا تھا جب خلاف روایت حلف برداری کی رسم اسمبلی ہال کے بجائے شیواجی میدان میں ادا کی گئی تھی۔

اب اگر کوئی ریاستی حکومت شیواجی کی برسی مناتی ہے اور ان کے یوم پیدائش پر سرکاری جشن برپا کرتی ہے تو وہ حکومت اپنے دل میں مسلمانوں کے خلاف کتنی شدید نفرت اور تعصب کی کیسی

۔شواجی کو اس لئے آئیڈیل بنا لیا گیا ہے کہ وہ بھی مغلوں کے خلاف تعصب کی بھیانک آندھی اپنے سینے میں رکھتے تھے اور زندگی بھر وہ مغلوں سے برسر پیکار رہے۔ نفرت، تعصب، دھوکہ اور دشمنی کے اسلحوں سے بھی وہ لیس تھے۔

ان کے یوم پیدائش کے سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ 19 فروری 1630 کو اور دوسری روایت کے مطابق 16 اپریل 1927 کو پیدا ہوئے تھے۔ ان کی پرورش بنگلور میں ہوئی تھی۔ 16 سال کی عمر سے ہی انہوں نے مغلوں کے خلاف چھاپہ مار جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔ 19 سال کی عمر میں انہوں نے ایک قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کی

آج بمبئی میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا رد عمل بھی ہو سکتا ہے۔ اور بال ٹھاکرے کی مسلم دشمنی کا قلع قمع کرنے کے لئے کوئی اورنگ زیب بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر بال ٹھاکرے کی فرقہ وارانہ سیاست پر بند باندھ کر کسی اورنگ زیب کو پیدا ہونے سے نہ روکا گیا تو ہندوستان جس تباہی سے دوچار ہوگا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

باقی صفحہ ۱۸

بے نظیر کے دورۂ امریکہ سے پاکستان کو کیا ملا

بے نظیر نے خود کو امریکہ کی جھولی میں ڈال دیا؟

اگر پاکستانی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے حالیہ دورہ امریکہ کا مقصد پریسلر ترمیمی ایکٹ کو ختم کرانا اور کشمیر کے مسئلہ پر واشنگٹن کی حمایت حاصل کرنا تھا تو انہیں کافی مایوسی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ ان دونوں ہی مسائل پر امریکہ نے وہ پالیسی اختیار کی ہے جو اس کی موجودہ معاشی پالیسی سے مناسبت رکھتی ہے ۔ سوویت یونین اور کمیونزم کے زوال کے بعد پاکستان کی وہ فوجی اہمیت باقی نہیں رہی، جو اسے کبھی حاصل تھی۔

بے نظیر کو امریکہ کے بدلے ہوئے رویے کا علم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے امریکہ جانے سے قبل ہی ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جو انہیں ان کے مقاصد کے حصول میں مدد دے سکے ۔ انہوں نے بجا طور پر محسوس کیا کہ امریکہ موجودہ عالمی صورتحال کو اس طرح قائم رکھنا چاہتا ہے کہ وہ اس کی بگڑتی ہوئی معاشی حالت میں سدھار کا ذریعہ بنے۔ بعض اسباب سے جن میں سے اکثر غلط ہیں، امریکہ "اسلامی بنیاد پرستی" کو اپنے لئے خطرہ سمجھتا ہے۔ اس حد سے بڑھی ہوئی امریکی تشویش سے بے نظیر نے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ چنانچہ سب سے پہلے تو انہوں نے منشیات کا کاروبار کرنے والوں کے خلاف امریکہ کی مرضی کے مطابق کارروائی کی۔ ان میں سے کتنوں ہی کو امریکہ کے حوالے کردیا۔ رمزی یوسف کو جس طرح پکڑ کر اور سارے پاکستانی قوانین کو بالائے طاق رکھ کر اسے امریکہ کے حوالے کر دیا گیا وہ بھی دراصل امریکہ کو یہ یقین دلانے کے لئے تھا کہ بے نظیر کے زیر اقتدار اسلام آباد اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف کارروائی کرے گا۔ دراصل بے نظیر کی یہ پالیسی ان بعض مغرب نواز رہنماؤں سے مستعار معلوم ہوتی ہے۔ جو "اسلامی بنیاد پرستی" کا ہوا دکھا کر خود کو ان کا حلیف ثابت کرتے ہیں تاکہ ان کے مظالم سے چشم پوشی کرکے مغرب ان کی مالی و فوجی مدد کرتا رہے۔ خود مغرب بھی ایسے حکمرانوں سے میل جول پسند کرتا ہے۔ جو اپنے ملک اور عوام کے مفاد کے بجائے مغربی مفادات کے مطابق اپنی پالیسیاں وضع کرتے ہیں۔

"اسلامی بنیاد پرستی" کے خلاف بے نظیر کے بیانات کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے ۔ گویا اپنے امریکی دورے کی بظاہر ناکامی کے بعد بھی وہ اس پالیسی پر گامزن رہنا چاہتی ہیں۔ کیونکہ کم از کم اس کی وجہ سے امریکی سیاسی حلقوں میں ان کی آواز سنی جارہی ہے ۔ چنانچہ بل کلنٹن سمیت بہت سے دوسرے امریکی سیاستداں اب یہ کہنے لگے ہیں کہ پاکستان کو پورے طور پر فوجی و معاشی امداد بند کردینا واشنگٹن کے حق میں نہ ہوگا۔ اس حد تک کم از کم بے نظیر کا دورہ کامیاب ہے۔ امریکہ محسوس کرتا ہے کہ۔ "اسلامی بنیاد پرستی" کے خلاف بے نظیر کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ نظریہ امریکہ میں زور پکڑتا ہے تو کم از کم ایک بار کے لئے پریسلر ترمیم کی تلوار پاکستان سے ہٹالی جائے گی تاکہ اسے ایف۔16 طیارے اور دوسرے فوجی ساز وسامان مل جائیں جن کی قیمت وہ پہلے ہی ادا کرچکا ہے۔ اگرچہ سنیٹر پریسلر اور بعض دوسرے ارکان سینٹ اس کی اب بھی مخالفت کررہے ہیں۔ مگر بل کلنٹن کا کہنا ہے کہ پاکستان کو رقم ادا کرنے کے بعد ہتھیار نہ دینا زیادتی ہوگی۔ یا تو انہیں مطلوبہ ہتھیار دیئے جائیں یا پھر ان کی رقم واپس کی جائے۔ یہی بات بے نظیر بھی کہتی رہی ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ہتھیار بنانے والی امریکی فرموں اور ان میں کام کرنے والے ہزاروں ملازمین کے دباؤ کی وجہ سے واشنگٹن ایک بلین ڈالر سے زائد رقم واپس کرنے کے بجائے پاکستان کو ہتھیار دینا پسند کرے گا۔ مزید برآں امریکہ ایسا اس لئے بھی کرے گا کہ کیونکہ وہ یہ اب محسوس کرنے لگا ہے کہ کم از کم بے نظیر کی اس حد تک مدد ضروری ہے جس سے وہ برسراقتدار رہ سکیں۔ دراصل اب بے نظیر وہ واحد پاکستانی سیاستداں نظر آتی ہیں جو پاکستان میں امریکی مفادات کی حفاظت کرسکتا ہے۔

خود بے نظیر امریکہ کی حمایت اس لئے چاہتی ہیں کہ اس سے امریکہ نواز پاکستانی فوج ان کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے باز رہے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ بے نظیر کسی طرح اپنے موجودہ اقتدار کو بچانا چاہتی ہیں خصوصا پاکستانی فوج اور امریکہ کی مدد سے عوام خفا ہوتے ہیں تو ہوں وزیر اعظم کو اس کی کچھ کم ہی پرواہ ہے۔

دریں اثنا بل کلنٹن نے بے نظیر بھٹو کو یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ کانگریس سے پریسلر ترمیم پر نظر ثانی کی اپیل کریں گے۔ لیکن ان کے اس بیان پر سنیٹر پریسلر نے کافی سخت بیان دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ پاکستان کے پاس نیوکلیئر بم ہے اور وہ ایسے مزید بم بنانا چاہتا ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ پاکستانی فوج کو امداد کے خلاف ہیں کیونکہ ایسی صورت میں اس کی حملہ کرنے کی صلاحیت بڑھ جائے گی۔

ہم اپنے نیوکلیئر پروگرام کو ترک نہیں کر سکتے : ——— بے نظیر بھٹو

ادھر واشنگٹن پوسٹ میں اس خبر کی اشاعت سے کافی ہنگامہ ہوا کہ پاکستان خاموشی سے ایک نیا ایٹمی ری ایکٹر بنا رہا ہے جس سے نیوکلیر ہتھیار بنانے کی اس کی صلاحیت میں بے پناہ اضافہ ہوجائے گا۔ بے نظیر بھٹو نے پہلے تو اس کی تردید کی لیکن بعد میں انہوں نے پاکستانی افسران سے اس

باقی صـ۱۳ پر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

خرطوم کی اسلامی کانفرنس میں کیا ہوا؟

گذشتہ دنوں سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں "عوامی عرب اور اسلامی کانفرنس" منعقد ہوئی جس پر پوری دنیا کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ کانفرنس کا نام "موتمر الشعبی العربی الاسلامی" تھا اور اس کانفرنس کا یہ تیسرا سالانہ اجلاس تھا۔ اس کانفرنس میں 85 ممالک کے 300 وفود نے شرکت کی اور دنیا بھر میں چل رہی اسلامی تحریکات، مسلمانوں کو درپیش مختلف قسم کے مسائل، مختلف ممالک کی مسلم اقلیتوں کے مسائل، اسلامی تحریکات میں خواتین کے رول اور خواتین تنظیموں کی کارکردگی مسلم انقلابیوں کے خلاف مغرب کی خطرناک چالوں اور ان کے تدارک نیز فلسطین اسرائیل نام نہاد امن معاہدے کے بعد اسرائیل کی سیاسی، معاشی اور ثقافتی بالادستی کے ممکنہ خطروں پر خاطر خواہ گفت وشنید کی۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں میں امریکہ، کناڈا، ترینداد، سویڈن، جرمنی، رومانیہ، بلغاریہ، البانیہ، پاکستان، تاجکستان، تاتارستان، افغانستان، ایران، لبنان، شام، ہندوستان، فرانس، سوئزرلینڈ، انگلینڈ، اسپین، چیکوسلوواکیہ، بوسنیا، چیچنیا اور روس کے وفود قابل ذکر ہیں۔ چین کی نمائندگی ایک مسلم طالب علم نے کی۔

یہ کانفرنس 30 مارچ سے 2 اپریل تک خرطوم کے فرینڈ شپ ہال میں منعقد ہوئی۔ جہاں چار روز تک مسلسل مذکورہ موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ سوڈان ایک غریب مگر باحوصلہ ملک ہے۔ معروف اسلامی اسکالر حسن ترابی اور کرنل حسن البشیر کی قیادت میں یہاں 1989 میں انقلاب آیا تھا۔ مفلوک الحالی کے باوجود انہوں نے ایک انٹرنیشنل افریقہ یونیورسٹی قائم کی ہے جس میں مختلف ممالک کے طلبا، تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ مذکورہ رہنما افریقہ کے دسیوں ممالک میں مختلف میدانوں میں کام کررہے ہیں۔ یہ ملک انتہائی غربت کے باوجود اسلامی اسپرٹ سے مالا مال ہے ، وہ مغرب کی استعماری سازشوں سے گرچہ پریشان ہے لیکن اس کے حوصلے میں کمی نہیں آئی ہے، ان سازشوں نے اس کے اسلامی جذبے کو مزید جلا بخش دی ہے۔

ہندوستان سے جماعت اسلامی کے سکریٹری اعجاز اسلم اور سلمان ندوی نے کانفرنس میں شرکت کی۔ اعجاز اسلم نے ملی ٹائمز کو بتایا کہ کانفرنس کا جذباتی منظر دیکھ کر علامہ اقبال کا یہ شعر بار بار ذہن میں گونجنے لگتا تھا کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابہ خاک کاشغر

انہوں نے بتایا کہ کانفرنس میں مندرجہ ذیل تین ایشوز خاص طور پر زیر بحث آئے۔ (1) اسرائیل کے ساتھ نام نہاد امن معاہدہ کرکے جس طرح اسرائیل کی سیاسی، معاشی اور ثقافتی بالادستی اور اس کے تسلط کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اس کی مخالفت کی جائے۔ (2) مغربی ممالک نے اسلام اور اسلامی تحریکوں کو دہشت پسند قرار دینے کے لئے جو سازشیں شروع کررکھی ہیں ان کا مقابلہ کیا جائے اور امت مسلمہ کے شعور کو بیدار کیا جائے (3) مختلف ممالک کی مسلم اقلیتوں کو تحفظ اور تعاون دیا جائے۔

کانفرنس میں جب چیچنیا کے وزیر خارجہ سے سوال کیا گیا کہ آپ لوگ روس کی اتنی بڑی طاقت سے کیسے مقابلہ کررہے ہیں تو انہوں نے سورہ فیل پڑھ کر سنایا اور اس کا ترجمہ بھی بیان کیا، اور کہا کہ ہمارے پاس نہ تو اسلحے ہیں اور نہ دنیاوی طاقت

> کانفرنس میں تحریکات اسلامی کی الگ نشستیں منعقد ہوئیں اور تعاون کی راہوں کو تلاش کیا گیا۔ ان تمام کانفرنسوں میں یہ محسوس کیا گیا کہ عالم اسلام کے مختلف اجزاء باہم دگر مربوط ہونے اور جسد واحد میں ضم ہونے کے لئے تیار ہیں۔

البتہ ہم ایمانی طاقت سے لڑرہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوں گے ۔ مفتی روس نے کہا کہ ہم عرصہ دراز تک کمیونزم کے ظلم کی چکی میں پستے رہے لیکن آخر کار ظالمانہ نظام ختم ہوگیا اور کمیونزم کا آہنی حصار چکنا چور ہوگیا۔ اب ہم آزاد ہیں اور اسلام کے نظام انصاف سے استفادہ کررہے ہیں۔ ہم اپنے دینی بھائیوں سے رابطہ استوار کرچکے ہیں اور ہم لوگوں کے دل کی دھڑکنیں ایک ہوگئی ہیں ہم آہنگ ہوگئی ہیں۔ اسلام کی کرنیں چاروں طرف پھیل گئی ہیں اور اسلام کی روشنی سے ہم لوگ فیضیاب ہورہے ہیں۔

کانفرنس میں پندرہ ممالک کی خواتین نے بھی شرکت کی۔ خواتین تنظیموں کا اجلاس الگ منعقد ہوا جس میں غلبہ اسلام کے لئے خواتین کے رول اور ان کے حقوق کے تحفظ پر گفت وشنید کی گئی۔ خواتین کے اجلاس کی صدارت سویڈن کی ایک خاتون نے کی۔ خواتین نے کہا کہ اسلام نے ان پر عظیم ذمہ داری عائد کی ہے ملت کی تعمیر کے لئے انہیں بھی اپنی خدمات پیش کرنی چاہئیں۔ لیکن اسلام نے خواتین پر جو خاندانی ذمہ داری عائد کی ہے وہ متاثر نہ ہو ان کے حقوق کی حفاظت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ غلبہ اسلام کی عالمی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

کانفرنس میں تحریکات اسلامی کی الگ نشستیں منعقد ہوئیں اور تعاون کی راہوں کو تلاش کیا گیا۔ ان تمام کانفرنسوں میں یہ محسوس کیا گیا کہ عالم اسلام کے مختلف اجزاء باہم دگر مربوط ہونے اور جسد واحد میں ضم ہونے کے لئے تیار ہیں وہ مغربی استعماری سازشوں سے آگاہ ہوچکے ہیں اور ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے پوری طرح کمربستہ ہیں۔

"مرد کئی شادیاں کرسکتے ہیں تو عورتیں کئی مردوں سے تعلقات کیوں نہیں رکھ سکتیں"

بنگلہ دیش کی دوسری تسلیمہ نسرین فریدہ رحمان کے فرمودات

ایسا لگتا ہے کہ بنگلہ دیش ایک بار پھر مظاہروں کی آماجگاہ بننے والا ہے۔ تسلیمہ نسرین کے بعد ایک دوسری خاتون مسز فریدہ رحمان نے ایک نیا فتنہ کھڑا کیا ہے۔ فریدہ رحمان بنگلہ دیش کی حکمراں جماعت بی این پی کی نائب صدر اور پارلیمنٹ کی ممبر ہیں۔ وہ تیسری بار پارلیمنٹ کی ممبر منتخب ہوئی ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ ملک کے عائلی قوانین عورتوں کے خلاف امتیاز برتتے ہیں۔ اسلئے انہیں ایک بل کے ذریعہ تبدیل کر دینا چاہئے۔

فریدہ رحمان کو بنگلہ دیش کے عائلی قوانین کی دو شقوں پر خاص طور سے اعتراض ہے۔ اول یہ کہ ان کے مطابق ایک بنگلہ دیشی مرد کو موجودہ قوانین کی رو سے بیوی سے تحریری اجازت کے بعد دوسری شادی کرنے کا حق ہے مسز رحمان کا کہنا ہے کہ یہ اجازت اکثر زبردستی حاصل کی جاتی ہے اور اس قانون کی موجودگی میں عورتوں کو انصاف ملنا ممکن نہیں ہے۔ وہ یہ دلیل بھی دیتی ہیں کہ اگر مرد کئی شادیاں کر سکتے ہیں تو پھر عورتیں کئی مردوں سے تعلقات کیوں نہیں قائم کر سکتیں؟

بنگلہ دیش کا موجودہ عائلی قانون 1969ء میں پاس ہوا تھا جب یہ پاکستان کا حصہ تھا اور صدر ایوب خان کے زیر اقتدار تھا۔ اس عائلی قانون کے مطابق جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ایک مرد کو اپنی پہلی بیوی سے تحریری اجازت کے بعد دوسری شادی کا حق حاصل ہے۔ مسز رحمان چاہتی ہیں کہ محض تحریری اجازت کافی نہیں بلکہ کورٹ کی اجازت بھی ضروری ہونی چاہئے۔ ان کا کہنا ہے کہ کورٹ تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کرے گا کہ مرد کو دوسری شادی کی ضرورت ہے یا نہیں۔

> فریدہ رحمان بنگلہ دیش کی حکمراں جماعت بی این پی کی نائب صدر اور پارلیمنٹ کی ممبر ہیں۔ وہ تیسری بار پارلیمنٹ کی ممبر منتخب ہوئی ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ ملک کے عائلی قوانین عورتوں کے خلاف امتیاز برتتے ہیں۔ اسلئے انہیں ایک بل کے ذریعہ تبدیل کر دینا چاہئے۔

فریدہ رحمان کو دوسری شکایت یہ ہے کہ عورتوں کو والدین کی وراثت سے مرد اولاد کی بہ نسبت کم حصہ ملتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ قانون عورتوں کے خلاف ہے اور پارلیمنٹ کو ایک بل کے ذریعہ اسے بدل دینا چاہئے۔ فریدہ رحمان کا کہنا ہے کہ ان کے ملک کی اکثریت ان کی رائے کی حامی ہے مگر سیاستداں کوئی ایسا قدم اٹھانے سے ڈرتے ہیں جس کی انہیں سیاسی قیمت چکانی پڑے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر ملک کی اکثریت ان قوانین کو بدلنے کے حق میں ہے جیسا کہ فریدہ رحمان کا دعوی ہے تو پھر سیاستدانوں کو اسے تبدیل کرنے سے کسی نقصان کا اندیشہ کیوں ہے۔

فطری طور پر بنگلہ دیش کا مذہبی طبقہ فریدہ رحمان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ مسجد مکرم کے امام نے ان کی مذمت کی ہے اور علماء کونسل نے ان کے خلاف فتوی جاری کر دیا ہے۔ خود ان کے اپنے حلقہ انتخاب میں فریدہ رحمان کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے ہیں۔ عوام ان سے اتنا ناراض ہیں کہ وہ ان کا سامنا نہیں کر سکتیں۔ مگر پارلیمنٹ کی کینٹین میں چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے وہ اب بھی یہی دعوی کرتی ہیں کہ صرف "بنیاد پرست" ان کے خلاف ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ عورتوں میں تعلیم کے فروغ کے ساتھ "ملاؤں" کے سماجی اثرات میں کمی واقع ہوگی اور عورت مخالف قوانین بدل دئے جائیں گے۔

> فطری طور پر بنگلہ دیش کا مذہبی طبقہ فریدہ رحمان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ مسجد مکرم کے امام نے ان کی مذمت کی ہے اور علماء کونسل نے ان کے خلاف فتوی جاری کر دیا ہے۔ خود ان کے اپنے حلقہ انتخاب میں فریدہ رحمان کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے ہیں۔ عوام ان سے اتنا ناراض ہیں کہ وہ ان کا سامنا نہیں کر سکتیں۔

مگر اسلام پسند عناصر اور علماء فریدہ رحمان کے خلاف سر گرم عمل ہوگئے ہیں۔ ڈھاکہ اور دوسرے مقامات پر ان کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں اور یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ بنگلہ دیش میں ارتداد مخالف قانون پاس کیا جائے کیوں کہ علماء کے بقول مٹھی بھر لوگوں پر مشتمل مغرب زدہ طبقہ اس اسلامی ملک میں مسلسل اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کم عقل مغرب زدہ لوگ اسلام کو اسکی صحیح روح کے ساتھ سمجھنے کے بجائے اپنی آوارہ گردی اور عیاش طبیعت کی تسکین کے لئے بدلنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ قرآن نے شادی اور وراثت سے متعلق جو قوانین وضع کئے ہیں وہی بنگلہ دیش میں نافذ ہیں۔ اسلامی لٹریچر میں ان قوانین کے زبردست سماجی، معاشی اور مذہبی دلائل بھی موجود ہیں جنہیں پڑھ کر کھلے ذہن کا کوئی بھی انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر اباحیت پسند مغرب زدہ خواتین و حضرات، جن کی تعداد بہت مختصر ہے، اسلام مخالف ناکام سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ اپنے اسلام مخالف بیانات کی وجہ سے مغرب میں انہیں مقبولیت اور ان کے اخبارات و رسائل کے ذریعہ انہیں نام نہاد جھوٹی شہرت ضرور مل جاتی ہے مگر ان حماقتوں سے خود بنگلہ دیش کی غریب عورتوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ فریدہ رحمان اور تسلیمہ نسرین جیسی نام نہاد "آزاد کردہ" بنگلہ دیشی خواتین کو اپنی غریب بہنوں سے ہمدردی کم اور سستی شہرت حاصل کرنے کی خواہش زیادہ ہے۔

فریدہ رحمان کے خلاف مسلمانوں کا احتجاج: ارتداد مخالف قانون پاس کرکے اسلام دشمنوں کی سازشوں پر روک لگانے کا مطالبہ

ویزہ کے مارے یہ بے چارے

کیا پاکستانی ہائی کمیشن کے افسران ویزا کی تجارت کرتے ہیں؟

یہ لوگ دھڑکتے دل کے ساتھ صبح تین بجے اٹھ جاتے ہیں، چہرے پر امید و بیم کی کیفیت لئے قطار میں کھڑے ہو جاتے ہیں، دس بجتے ہی جوں ہی صدر دروازہ کھلتا ہے ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آکر سب سے آگے کھڑے ہونے والا بھی اور سب سے آخر میں اپنی حاضری درج کرانے والا بھی، سب ایک ساتھ بھاگتے ہیں کیونکہ اندر کاونٹر پر بھی ایک قطار بنانی ہوتی ہے اور جو قطار میں آگے کھڑے ہونے میں کامیاب ہوتا ہے وہی اس اذیت سے نجات بھی پالیتا ہے۔ آگے کھڑے ہوئے معدودے چند افراد کی درخواستیں جمع ہوتی ہیں۔ بقیہ افراد پھر اگلی صبح کا انتظار کرتے ہیں اور اگلے دن پھر یہی سب کچھ ہوتا ہے۔

جی ہاں! یہ دہلی میں واقع پاکستانی ہائی کمیشن کے باہر کا منظر ہے۔ یہ وہ بد قسمت لوگ ہیں جن کے اعزا واقربا پاکستان میں رہائش پذیر ہیں اور جو ان کی ایک دید کے لئے بیچین ہیں۔ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے اور ان میں سے لاتعداد ایسے بھی ہیں جو مہینوں اس اذیت میں مبتلا ہونے کے بعد بھی ویزا حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوپاتے۔ قطار میں کھڑے ہونے والوں میں نوعمر بھی ہوتے ہیں اور ادھیڑ بھی۔ ضعیف بھی ہوتے ہیں اور مریض بھی۔ ایسے بیشمار افراد بھی ہیں جو مہینوں سے پاکستانی ہائی کمیشن کے باہر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی شادی میں شرکت کرنا چاہتا ہے تو کوئی اپنے کسی عزیز کا آخری دیدار کرنا۔ لیکن ہندوستان اور پاکستان کے ناخوشگوار تعلقات کا منحوس سایہ ان کی خواہشوں کو پورا نہیں ہونے دیتا۔ جن کو ویزا حاصل ہوجاتا ہے وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتے ہیں۔ تقریبا یہی صورتحال اسلام آباد میں واقع ہندوستانی ہائی کمیشن کی بھی ہے۔ وہاں بھی ایسے لاتعدا مجبور ولاچار افراد ہیں جو ہندوستان آنا چاہتے ہیں لیکن ویزا قانون کی سختی انہیں اپنے عزیزوں سے ملنے سے باز رکھتی ہے۔ بھاگلپور کے محمد مصطفی سے کوئی پوچھے کہ تم آخر مہینوں سے پاکستان ہائی کمیشن کے باہر روزانہ کیوں نظر آتے ہو؟ تو بھلا وہ کیا جواب دے پائے گا۔ وہ پاکستان کے گوجراں والا جانا چاہتا ہے۔ جہاں اس کی اہلیہ ایک اسپتال میں موت وزیست کی کش مکش سے دوچار ہے۔ وہ گذشتہ دنوں پاکستان گئی تھی اور ایک حادثے کا شکار ہوکر اسپتال میں داخل ہے۔ وہ جب بھی معلوم کرتا ہے تو ویزا آفس کے افسران کہتے ہیں کہ تمہاری درخواست پاکستان کی وزارت داخلہ کے زیر غور ہے۔ جوں ہی اجازت ملے گی ہم تمہیں پاکستان بھیج دیں گے۔ لیکن وہ دن کب آئے گا اس کا علم نہ تو محمد مصطفی کو ہے اور نہ ہی پاکستانی ہائی کمیشن کے افسران کو۔

ادھر تقریبا انہی حالات سے سندھ کا کرشن شرما بھی دوچار ہے۔ اس کی بیوی ہندوستان ہے۔ اس نے اپنی بیوی کو بمبئی بلوایا تھا اور کہا تھا کہ میں وہیں آجاؤں گا پھر وہاں سے ہم دونوں پاکستان آئیں گے۔ وہ کراچی میں واقع ہندوستانی قونصل خانہ گیا اسے دسمبر میں ویزا لینے کے لئے بلوایا گیا مگر تاریخ سے دو دن قبل ہی پاکستانی حکومت نے قونصل خانہ بند کرنے کا حکم دیدیا۔ اب وہ اسلام آباد میں واقع ہندوستانی ہائی کمیشن کے چکر لگا رہا ہے لیکن اسے یہ علم نہیں ہے کہ وہ کب اپنی بیوی کو لینے بمبئی آسکے گا۔

پاکستانی ہائی کمیشن کے باہر ایک 65 سالہ ضعیفہ خدیجہ بیگم بھی مہینوں سے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ وہ بمشکل دیکھ اور چل سکتی ہے۔ یوں تو وہ سب سے پہلے قطار میں کھڑی ہوجاتی ہے لیکن دس بجے لوگ اسے دھکا دیکر سب سے پیچھے کردیتے ہیں۔ اس کی اکلوتی بیٹی حیدرآباد سندھ میں ہے وہ اس سے ملنا چاہتی ہے لیکن ہائی کمیشن کی مہربانیاں آڑے آتی ہیں اور وہ سوال کرکے خاموش ہوجاتی ہے کہ یہ لوگ مجھے میری بیٹی سے کیوں نہیں ملنے دیتے آخر میں انہیں کیا نقصان پہنچا سکتی ہوں؟

پہلے پاکستانی ہائی کمیشن کو ویزا دینے کا اختیار تھا لیکن اب پاکستانی وزارت داخلہ اس کی جانچ کرتی ہے اور اس کارروائی میں مہینوں صرف ہوجاتے ہیں۔ پہلے یہاں سے آٹھ سو افراد کو یومیہ ویزا مل جاتا تھا لیکن اب محض تیس ویزا جاری کئے جاتے ہیں۔ اسلام آباد میں واقع ہندوستانی ہائی کمیشن کی صورتحال اس سے بہتر نہیں ہے کراچی میں قونصل خانہ بند ہونے سے قبل سات سو ویزا یومیہ جاری کئے جاتے تھے لیکن اب ہائی کمیشن سے صرف دو سو ویزا جاری ہوتے ہیں۔ معین قریشی پاکستان کی ایک اشتہاری کمپنی میں ہے اس کی شادی 1993 میں حیدر آباد کی نکہت جہاں فاروقی سے ہوئی تھی۔ گذشتہ مہینے نکہت کی دادی جنھوں نے اسے پالا تھا کا انتقال ہوگیا۔ کوشش کے باوجود ان دونوں کو ویزا نہیں ملا اب وہ اس حسرت میں بیٹھے ہیں کہ ویزا مل جائے تو دادی کی قبر پر جاکر پھول ہی چڑھادیں۔

ایک طرف اتنی سختی ہے اور دوسری طرف رشوت کا بازار گرم ہے۔ اگر آپ نے دلالوں کی جیب گرم کردی تو آپ کو اس کلفت سے نجات مل جائے گی اور درخواست دینے کے دوسرے دن ہی ویزا مل جائے گا۔ 65 سالہ بدرالنساء کی مثال تازہ ہے۔ وہ بام بمبئی کی رہنے والی ہیں۔ بمبئی کا قونصل خانہ بند ہونے کے سبب وہ دہلی آئیں مگر ہائی کمیشن نے ان کی درخواست رد کردی۔ کیونکہ وہ جس شادی میں شرکت کرنا چاہتی ہیں اس کا کوئی ثبوت انھوں نے پیش نہیں کیا تھا۔ ان کے بیٹے اقبال کا کہنا ہے کہ ہم نے جامع مسجد کے ایک دلال کو پکڑا اسے پندرہ سو روپے دیئے اور دوسرے دن ویزا مل گیا۔

دلال صرف دوسرے علاقوں ہی میں نہیں بلکہ پاکستانی ہائی کمیشن کے باہر بھی گھومتے مل جائیں گے۔ جو دو بجے رات ہی سے اپنی ڈیوٹی کرنے لگتے ہیں چونکہ وہاں ہائی کمیشن کی ملی بھگت سے لائٹ وغیرہ بجھی ہوئی ہوتی ہے اس لئے اس "پراسرار تجارت" کا علم کسی اور کو نہیں ہو پاتا۔ مہینوں سے چکر لگانے والے ایک شخص کا کہنا ہے کہ ایک رات ایک پولس والے نے اسے بلایا اور تقریبا دو کلو میٹر کی مسافت پر ایک جگہ کی نشاندہی کی وہاں پہنچنے پر ایک تھری ویلر کے ذریعہ اسے کہیں اور لے جایا گیا۔ واضح رہے کہ تھری ویلر میں کچھ اور لوگ بھی تھے۔ چند کلو میٹر کی مسافت پر لے جاکر اس سے پیسے وصول کئے گئے اور اگلے دن ویزا اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ چکر صرف یہیں نہیں بلکہ پاکستان میں بھی چلتا ہے۔ لیکن جن کے پاس پیسہ نہیں ہے وہ ایسا کیسے کرسکتے ہیں اور یہ طریقہ بھی غلط ہے۔ یہ ان بے قصور عوام کی دردناک داستان ہے جو دونوں ممالک کی حکومتوں کی آپسی ناچاقی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ قونصل خانوں کے بند ہونے سے قبل ویزا حاصل کرنے والوں کو اتنی پریشانی نہیں ہوتی تھی لیکن اب یہ معاملہ انتہائی دشوار ہوگیا ہے اور نہ صرف پاکستان جانے والے بلکہ ہندوستان آنے والے بھی اس چکی میں بری طرح پس رہے ہیں۔

ہندوستانی معاشرہ کہاں جارہا ہے؟

ٹی وی، ویڈیو، سینما، مغربی فیشن کی نقالی، تعلیمی اداروں کی آزاد مفضا اور اخلاقی اقدار سے عاری ماحول جیسی قبیح برائیوں نے ہندوستانی معاشرے کو زوال کے جس غار میں گرادیا ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آج اس "کھلی فضا" کے سب سے بڑے اثرات نوجوان نسل پر پڑ رہے ہیں۔ یہ نسل جس روش پر گامزن ہے اس کا اختتام تباہی وبربادی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے لیکن نہ تو نوجوانوں کو ہوش ہے اور نہ ہی والدین کو فکر۔ نوجوان نسل اپنا مستقبل تباہ کررہی ہے اور والدین اس سے غافل ہیں۔

یوں تو بے شمار برائیاں معاشرے میں در آئی ہیں لیکن سب سے شرمناک اور خطرناک شکل میں جو برائی نوجوانوں نے اختیار کرلی ہے وہ ہے کم عمر اور غیر شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں میں جنسی اختلاط۔ جس کے نتیجے میں کنواری لڑکیوں خصوصا طالبات کے حاملہ ہونے اور اسقاط حمل کے واقعات میں بے پناہ اضافہ ہورہا ہے۔ بڑے شہروں میں یہ لعنت اس قدر پھیل رہی ہے کہ معاشرے کے ذمہ داروں کو تشویش لاحق ہوگئی ہے۔ دہلی ہو یا بمبئی، کلکتہ ہو یا مدراس، ہر جگہ اسقاط حمل کے سرکاری، غیر سرکاری، رجسٹرڈ، غیر رجسٹرڈ اور خفیہ مراکز کی بھرمار ہوگئی ہے۔ تعلیمی اداروں میں آزاد فضا کے سبب لڑکوں اور لڑکیوں میں پہلے قربت پیدا ہوتی ہے اس کے بعد یہ قربت جنسی ہوس کی تسکین کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ وضع حمل ہوجانے کے بعد طالبات ایسے مراکز میں آزادی سے داخل ہوجاتی ہیں جہاں چند گھنٹوں میں اسقاط حمل کردیا جاتا ہے، شام کو طالبات "خوش وخرم" اپنے گھروں کو لوٹ جاتی ہیں۔ اور والدین کو خبر ہی نہیں ہوتی۔ وہ تو یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی بیٹی کلاس کرکے آرہی ہے۔ واضح رہے کہ یہ برائی بیس سال سے کم عمر کی لڑکیوں میں تیزی سے پھیل رہی ہے۔

محکمہ صحت کی ایک سروے رپورٹ کے مطابق اسکول اور کالج جانے والی بیس سال سے کم عمر کی لڑکیوں میں اسقاط حمل کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ رپورٹ کے مطابق دہلی میں 1991 میں 278 ایسی لڑکیوں نے اسقاط حمل کروایا تھا جب کہ 1994 میں یہ تعداد 876 تک پہنچ گئی۔ مدراس کے ایک سرکاری اسپتال کے مطابق گذشتہ سال وہاں 16000 خواتین نے اسقاط حمل کروایا تھا جس میں بیس فیصد تعداد غیر شادی شدہ بیس سال سے کم عمر کی لڑکیوں کی تھی۔ 1993 میں انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کے رسالے کے مطابق اسقاط حمل کرانے والی غیر شادی شدہ خواتین میں 90.9 فیصد تعداد بیس سال سے کم عمر کی لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ وضع حمل اور اسقاط حمل کے واقعات میں اضافے کا ایک بڑا سبب اسقاط حمل کے مراکز کا ہونا بھی ہے۔ بمبئی کے ایک مخصوص کلینک میں ہر سال 25000 خواتین اسقاط حمل کراتی ہیں جن میں پندرہ فیصد بیس سال سے کم عمر کی غیر شادی شدہ لڑکیاں ہوتی ہیں۔ اس مرکز کی بانی اور مالک ڈاکٹر ہرشی کیش پائی کے مطابق تعلیم یافتہ طبقے میں ایسے لوگوں کی تعداد میں گذشتہ چند سالوں میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دہلی میں غیر رجسٹرڈ مراکز کی تعداد 556 اور رجسٹرڈ مراکز کی تعداد 250 ہے۔ ان مراکز میں فی کیس پانچ سو سے ڈھائی ہزار روپے لگتے ہیں۔ جنوبی ہند کی ایک ایسوسی ایشن کی صدر اور ماہر امراض خواتین ڈاکٹر ٹی۔ ایس۔ مدھورام بال کا کہنا ہے کہ ان مراکز میں کم پیسوں اور کم وقت میں یہ کام کردیا جاتا ہے۔ ایک لڑکی صبح کو کلینک میں داخل ہوکر اسقاط حمل کرواکے شام کو اپنے گھر جاسکتی ہے اور گھر والے یہی سمجھیں گے کہ وہ کلاس کرکے آرہی ہے۔

مدراس کی ایک میگزین کے سروے میں جب اسکول اور کالج جانے والی بیس سال سے کم عمر کی لڑکیوں سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا ان چاہے حمل کے خوف کی بنا پر آپ لوگ جنسی اختلاط سے دور رہتی ہیں تو ان کا جواب نفی میں تھا۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ وضع حمل کی صورت میں وہ کیا کرتی ہیں تو انھوں نے برجستہ کہا "اسقاط حمل"۔ اسقاط حمل کو یہ لڑکیاں منع حمل کے طور پر لیتی ہیں ان کا یہ بھی کہنا ہے منع حمل کی گولیاں نقصان دہ ہوتی ہیں اس لئے اسقاط حمل سب سے محفوظ طریقہ ہے۔ لیکن شاید انھیں اس کا علم نہیں ہے کہ شادی کے بعد بچے کی پیدائش کے وقت انھیں کیا کیا پریشانیاں اٹھانی پڑسکتی ہیں۔

اس سلسلے میں تعلیم یافتہ اعلی سوسائٹی کی لڑکیوں کا کہنا ہے کہ باپ پارٹی میں چلے جاتے ہیں ماں کسی اور کے ساتھ چلی جاتی ہیں تو ایسی صورت میں تنہائی کے ساتھی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اگر ہم لوگ کسی کی قربت اختیار نہ کریں تو کیا کریں۔ گویا لڑکیوں کی اس بربادی میں والدین بھی برابر کے شریک ہیں۔

کیا عراق نے اپنے مفرور سائنسداں ابو عباس حمزہ کو اس لئے مروایا کہ

وہ صدام حسین کو نیوکلیر ہتھیار حاصل کرنے سے روکنا چاہتا تھا

سنڈے ٹائمز میں شائع ایک رپورٹ کے مطابق عراقی سیکرٹ سروس، مخبرات کے ایجنٹوں نے یونان کے شہر ایتھنز میں ایک مفرور سائنسداں خضر ابو عباس حمزہ کو اغوا کر کے قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر سچی بھی ہو سکتی ہے اور جھوٹی بھی۔ دراصل واقعے میں ملوث دونوں پارٹیاں اپنے اپنے فن میں ماہر ہیں۔ اگر صدام حسین کے خفیہ ایجنٹ کسی کو اغوا کر کے قتل کر سکتے ہیں تو مغربی اخبارات ایسی کہانیاں گڑھنے میں مہارت رکھتے ہیں جن سے ان کے کسی مقصد کی تکمیل ہوتی ہو۔

رپورٹ کے مطابق ابو عباس حمزہ کے پاس عراق کے نیوکلیر پروگرام کے سلسلے میں "دستاویزی ثبوت" موجود تھے یہ "دستاویزی شہادتیں" تقریباً پچاس صفحات پر پھیلی ہوئی تھیں۔ حمزہ اس کوشش میں تھا کہ ان دستاویزوں کو اخبارات میں شائع کر کے صدام حسین کو نیوکلیر ہتھیار حاصل کرنے سے روک سکے۔ اس ضمن میں اس نے 27 فروری کو سنڈے ٹائمز سے رابطہ بھی قائم کیا تھا۔ جب کہ اس سے قبل وہ نمونے کے طور پر اور اخبار کو یقین دلانے کے لئے اپنے پاس موجود دستاویزوں میں سے 2 صفحات فیکس کے ذریعے بھیج چکا تھا۔ مگر بعض نامعلوم وجوہ سے اس نے سنڈے ٹائمز کے کسی رپورٹر سے براہ راست ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ بہرکیف 27 فروری کو فون کر کے اس نے سنڈے ٹائمز کو یہ بتایا تھا کہ دو دن بعد وہ پھر فون کرے گا۔ وہ اس مرحلے پر اخبار کو اپنی قیامگاہ کا پتہ بھی نہیں بتانا چاہتا تھا۔ مگر 28 فروری کو حمزہ کے بجائے ایک خاتون نے سنڈے ٹائمز کو فون کیا اور گھبرائے ہوئے انداز میں بتایا کہ وہ حمزہ کی بیوی ہے۔ اس نے مزید بتایا کہ اس کا شوہر غائب ہو گیا ہے اور اندیشہ ظاہر کیا کہ ممکن ہے عراقی ایجنٹوں نے اسے قتل کر دیا ہو۔ سنڈے ٹائمز نے فون پر ہی اس خاتون کو مشورہ دیا کہ وہ پولس کو اطلاع دے دے۔ عورت نے جواب دیا کہ پولس کو اطلاع مل چکی ہے مگر وہ ایک عراقی کے "قتل" میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔

اگر واقعی اس کے پاس ایسے دستاویزی ثبوت تھے جن سے صدام حسین کے خفیہ نیوکلیر پروگرام پر روشنی پڑ سکتی تھی تو اس نے یونان جیسے غیر محفوظ مقام پر چھپے رہنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ اس نے یونان میں آنے کے فوراً بعد امریکی یا برطانوی سفارت خانے سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا جہاں اسے "اہم دستاویز کی وجہ سے" سیاسی پناہ مل سکتی تھی اور جہاں وہ یونان کی بہ نسبت زیادہ محفوظ ہوتا؟

اس واقعے کے ایک ماہ سے زائد عرصے کے بعد اپریل کے پہلے ہفتے میں مزعومہ بیوی نے سنڈے ٹائمز کو پھر ٹیلی فون کر کے بتایا کہ اس کے شوہر کو قتل کر دیا گیا ہے۔ رپورٹ میں اس کے بعد حمزہ اور اس کی بیوی کے فرار کی داستان بھی دی گئی ہے۔ مگر اس داستان میں کئی جھول ہیں جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ایک من گھڑت کہانی بھی ہو سکتی ہے۔

دراصل حمزہ اور اس کی بیوی بغداد میں رہ رہے تھے۔ حمزہ عراق کے نیوکلیر سنٹر میں اس کے سربراہ اور صدام حسین کے رشتہ دار جنرل حسین کامل حسان کے مشیر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنے عہدے کا فائدہ اٹھا کر خفیہ طور پر بعض اہم دستاویزیں حاصل کر لیں اور گذشتہ سال اگست میں اپنے گھر سے شمالی عراق کی طرف بھاگ نکلا۔ کسی طرح چھپتا چھپاتا وہ اکتوبر میں غیر قانونی طور پر ترکی پہونچ گیا۔ وہ استنبول میں ایک ہفتے چھپا رہا اور پھر غیر قانونی طور پر پاسپورٹ حاصل کر کے یونان کے دارالحکومت پہونچ گیا اور ایئرپورٹ کے پاس چھپ کر رہنے لگا۔

اخبار کے مطابق اس نے فروری کے آخر میں صدام حسین کے خفیہ نیوکلیر پروگرام سے پردہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ اور اسی ضمن میں اس نے سنڈے ٹائمز سے فون پر رابطہ بھی قائم کیا تھا۔

رپورٹ کے مطابق ابو عباس حمزہ اکتوبر میں یونان آ گیا تھا اور 27 فروری کو عراقی ایجنٹوں کے
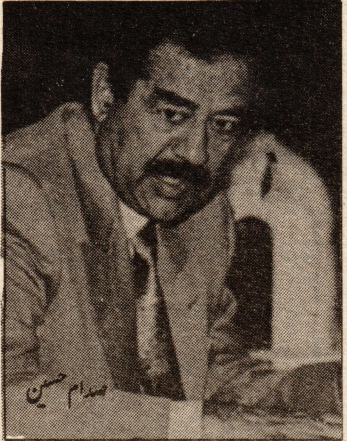
صدام حسین

ہتھے چڑھ گیا۔ مگر اس امر کی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ وہ اس طویل درمیانی عرصے میں خاموش کیوں رہا؟ اگر واقعی اس کے پاس ایسے دستاویزی ثبوت تھے جن سے صدام حسین کے خفیہ نیوکلیر پروگرام پر روشنی پڑ سکتی تھی تو اس نے یونان جیسے غیر محفوظ مقام پر چھپے رہنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ اس نے یونان میں آنے کے فوراً بعد امریکی یا برطانوی سفارت خانے سے رابطہ کیوں نہیں قائم کیا جہاں اسے "اہم دستاویز کی وجہ سے" سیاسی پناہ مل سکتی تھی اور جہاں وہ یونان کی بہ نسبت زیادہ محفوظ ہوتا؟

سنڈے ٹائمز کی رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمزہ کے اغوا کے بعد اس کی بیوی نے ساری دستاویزیں جلا دیں۔ یہ حرکت بالکل ناقابل فہم ہے۔ یہی دستاویز اس خاتون کی حفاظت اور امریکہ میں یا برطانیہ میں سیاسی پناہ کی ضمانت دے سکتے تھے۔ خاتون یا تو پاگل ہے یا جھوٹی۔

سنڈے ٹائمز کا مقصد غالباً عراق کے خلاف اس امریکی برطانوی مہم میں شدت پیدا کرنا ہے جو عراق کے خلاف عائد پابندیوں کو قائم رکھنے کے لئے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ صرف امریکہ وبرطانیہ اور ان کے خلیجی ممالک ہی اب ان پابندیوں کے حق میں ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اقوام متحدہ کی اس ٹیم کے سربراہ جو عراقی ہتھیاروں کو تباہ کرنے کی ذمہ دار ہے، یعنی رالف ایکیس جلد ہی اس عالمی ادارے کو اپنی رپورٹ پیش کرنے والے ہیں۔ ممکن ہے امریکہ وبرطانیہ کو اندیشہ ہو کہ رپورٹ عراق کے حق میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اب وہ ایسے من گھڑت پروپیگنڈے میں مصروف ہو گئے ہیں جس سے بغداد کے خلاف معاشی پابندیوں کو قائم رکھنے کا جواز پیدا ہوتا ہو۔

"ہم ایران سے ضرور تجارت کریں گے کیوں کہ وہ دہشت گردوں کا ملک نہیں ہے"

روس کے وزیر برائے ایٹمی توانائی کا شدید رد عمل

امریکہ اور ایران کے کشیدہ تعلقات ایک عالم پر عیاں ہیں، لیکن ادھر پچھلے کچھ دنوں سے کلنٹن انتظامیہ تہران کے خلاف کچھ زیادہ ہی سرگرم ہے۔ مغربی ایشیا میں اپنے اور اپنے حلیفوں کے "مفادات" کی نگہبانی کے نام پر واشنگٹن نے ایران کے خلاف کھلم کھلا معاشی وسیاسی جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی طرح دنیا کے دوسرے ممالک بھی ایران کا تجارتی وسیاسی بائیکاٹ کر دیں۔ مگر دوسرے ممالک اس کی بات پر کان دھرنے کے بجائے امریکی پالیسیوں اور اعمال میں تضادات کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

امریکہ کے ناقدوں کی باتوں میں وزن بھی ہے 93 تک جرمنی ایران کا سب سے بڑا تجارتی شریک تھا۔ مگر 94 میں یہ اولیت امریکہ کو حاصل ہو گئی۔ ایسا اس امر کے باوجود ہوا کہ امریکہ نے ایران سے تجارت پر پابندی لگا رکھی ہے۔ مگر تجارتی اداروں نے امریکی قوانین میں موجود نقائص سے فائدہ اٹھا کر اپنے دفاتر لندن اور دوسرے شہروں میں کھول لئے جہاں سے وہ ایران کے ساتھ مسلسل تجارت کر رہے ہیں۔ ان امریکی تجارتی فرموں اور ایران کے درمیان گذشتہ سال 4 بلین ڈالر کی تجارت ہوئی۔ اور اس طرح امریکہ ایران کا سب سے بڑا تجارتی شریک بن گیا ہے۔

یہ صورت حال امریکی قیادت کے لئے پریشان کن ہے۔ کیونکہ واشنگٹن ہر مقامی وبین اقوامی فورم سے ایران کے خلاف تجارتی پابندیاں عائد کرنے کا

بل کلنٹن

مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ مگر اوروں کا کیا کہنا خود اس کے اپنے شہری اس کی باتوں پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہیں چنانچہ ابھی حال ہی میں تیل کی ایک امریکی فرم کونوکو Conoco نے تہران سے ایرانی تیل تنصیبات کو بہتر بنانے کے لئے ایک بلین ڈالر کا معاہدہ کیا تھا۔ جسے کلنٹن نے اپنی خفت مٹانے کے لئے ایک انتظامی حکم کے ذریعہ منسوخ کر دیا ہے۔

امریکی تاجروں کو اپنے سیاستدانوں سے ایران کے ساتھ تجارت کے معاملے میں اختلاف ہے۔ ان کی دلیل ہے کہ ایران کے امریکی تجارتی بائیکاٹ کی وجہ سے صرف جاپان اور یوروپی ممالک کو فائدہ پہونچا ہے۔ کیونکہ ان ممالک نے امریکہ کی خواہش وکوشش کے باوجود ایران کے تجارتی بائیکاٹ سے انکار کر دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خود کلنٹن انتظامیہ بھی پورے طور پر ایران سے تجارت ختم کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔ اگرچہ ریپبلکن پارٹی کے سینیٹر، جن میں سینٹ کے اسپیکر باب ڈول بھی شامل ہیں، انتظامیہ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ ایران سے کسی بھی سطح پر تجارتی تعلق نہ رکھا جائے کیونکہ ان کے بقول تہران اس تجارت سے فائدہ اٹھا کر عالمی دہشت گردی کو فروغ دینے کے ساتھ روس سے نیوکلیر ٹکنالوجی بھی خرید رہا ہے۔

بظاہر کلنٹن انتظامیہ بھی اب ریپبلکن پارٹی کے دباؤ کو قبول کرتی نظر آ رہی ہے اس کے بعض حالیہ سخت بیانات سے کچھ ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے۔ مگر پہلے کی بہ نسبت اپنی موجودہ کمزور معاشی حالت اور تاجروں کی مخالفت کی وجہ سے شاید کلنٹن کوئی انتہائی قدم نہ اٹھا سکیں۔ گویا امریکی تاجروں کو ایران سے بالواسطہ تجارت کی اجازت حاصل رہے گی۔ مگر اپنے شہریوں اور تجارتی مفادات کی بہ نسبت امریکہ دوسرے ممالک کے بارے میں بالکل دوسری پالیسی اختیار کرتا ہے۔ اس کی تازہ مثال اس وقت دیکھنے کو ملی جب اپریل کے پہلے ہفتہ میں امریکی

واشنگٹن ہر مقامی وبین اقوامی فورم سے ایران کے خلاف تجارتی پابندیاں عائد کرنے کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ مگر اوروں کا کیا کہنا خود اس کے اپنے شہری اس کی باتوں پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہیں۔

لیڈروں نے روس کو ایران کے ہاتھوں نیوکلیر ری ایکٹر فروخت کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

روس کو ایران کو ایٹمی ری ایکٹر فراہم نہ کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے امریکہ نے پہلی بار اپنی خفیہ سروسز کی ایران کے ایٹمی عزائم کے بارے میں تیار کردہ رپورٹ بھی پیش کی جس کے مطابق تہران بم بنانے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ امریکہ کے ساتھ اسرائیل نے بھی روس کو ایران کے ہاتھوں ایٹمی ری ایکٹر فروخت کرنے کے خلاف دھمکی دی ہے۔

مگر روس اپنی معاشی پریشانیوں کے پیش نظر امریکی واسرائیلی دباؤ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، مئی کے مہینے میں صدر کلنٹن روس کا دورہ کرنے والے ہیں اور وہ بھی روسی لیڈروں پر دباؤ ڈالیں گے کہ وہ ایران کو اپنے ری ایکٹر نہ فروخت کریں۔ مگر روس کے ایٹمی توانائی کے وزیر وکٹر میخائیلوف امریکہ کی دباؤ ڈالنے کی پالیسی پر کافی برہم ہیں۔ انہوں نے الزام لگایا ہے کہ امریکہ روس سے دوستی کے باوجود مغربی ایشیا کے بازار میں ماسکو کی شمولیت کے خلاف ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایران دہشت گردوں کا ملک نہیں ہے، اس کے علاوہ خود امریکی اربوں ڈالر کی تہران سے تجارت کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ چاہتے ہیں کہ ماسکو تہران سے تجارت نہ کرے۔

امریکی مخالفت سے روسی قیادت کافی جھلائی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ ماہ روسی وزیر خارجہ نے کافی ناراضگی سے کہا تھا کہ "امریکہ وروس کے درمیان ہنی مون ختم ہو گیا ہے اگرچہ ابھی طلاق کی نوبت نہیں آئی ہے"۔

ملیشیا میں انتخابی گہما گہمی

کیا مہاتر محمد پھر برسراقتدار آجائیں گے؟

گذشتہ کئی ماہ سے سیاسی مبصرین پیش گوئیاں کر رہے تھے کہ ملیشیا کے وزیر اعظم کسی بھی وقت عام انتخابات کرانے کا اعلان کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی رواں سال کے اختتام سے قبل جنرل الیکشن ہونے تھے۔ لیکن عام خیال تھا کہ موجودہ معاشی بہتری کی حالت میں انتخابات منعقد کرانا حکمراں پارٹی کے لئے مفید ہوگا۔ چنانچہ اب 25 اپریل کو پارلیامنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے الیکشن ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ شمارہ آپ تک پہونچے گا ملیشیا میں نئی حکومت تشکیل پا چکی ہوگی۔

یہ انتخابات ملیشیا کی 192 رکنی پارلیامنٹ کے علاوہ ملک کے کل گیارہ صوبوں کی اسمبلیوں کی 498 سیٹوں کے لئے بھی ہو رہے ہیں۔ ایک عام تصور ہے کہ مہاتر محمد کی حکمراں پارٹی پارلیمانی انتخابات آسانی سے جیت جائے گی۔ کیونکہ موجودہ وزیر اعظم کی قیادت میں ملیشیا نے معاشی طور پر زبردست ترقی کی ہے۔ مرکزی پارلیامنٹ کی طرح اکثر اپوزیشن پارٹیاں بہتر کارکردگی کی امید کی رہی ہیں۔ ان دو صوبوں یعنی کلنتان اور صباح کے علاوہ بقیہ جگہوں پر اپوزیشن نے پہلے ہی تقریبا اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔

کلنتان واحد صوبہ ہے جو حکمراں جماعت کے قبضہ میں نہیں ہے۔ یہاں مذہبی رجحانات کی حامل پارٹی دی اسلام یا "پی اے ایس" کی حکومت ہے۔ 1990 کے صوبائی انتخاب میں یہاں سے حکمراں جماعت کو ایک بھی سیٹ نہیں ملی تھی۔ کلنتان مسلمان اکثریت کا صوبہ ہے اور دوسرے صوبوں کی بہ نسبت معاشی طور پر بہت زیادہ پسماندہ ہے۔ مگر یہاں کے لوگ کافی مذہبی ہیں اور محض معاشی ترقی کی خاطر مہاتر کی بظاہر کم مذہبی امیج والی حکمراں جماعت کو ووٹ دینے سے کتراتے ہیں۔ مگر مہاتر کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی لائحہ عمل نہیں ہے وہ اس صوبے میں عوامی جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے دو باتوں پر خاصی زور دے رہے ہیں۔ اول وہ یہ اپیل کر رہے ہیں کہ عوام کو مذہبی انتہا پسندوں کو رد کر دینا چاہئے۔ دوم یہ کہ معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کے 14 رکنی فرنٹ کو کامیاب کریں۔

مگر اس صوبے کے مذہبی رجحانات کے حامل عوام مہاتر سے زیادہ PAS سے متاثر نظر آتے ہیں۔ یہ خدا ترس اور سادگی پسند سیاستدانوں کی جماعت ہے جس نے گذشتہ تقریبا پانچ سال کے عرصے میں دیانتداری اور تندہی سے کام کیا ہے۔

ملیشیا میں انتخابی بخار زوروں پر

دوسرا صوبہ جہاں مہاتر محمد کے فرنٹ کو دشواریاں پیش آسکتی ہیں وہ صباح ہے۔ یہ ملک کا سب سے ترقی یافتہ صوبہ ہے اور یہاں چینی نسل کے لوگوں کی اکثریت ہے۔ یہاں کی اپوزیشن صباح اتحاد پارٹی دراصل چینیوں کی جماعت تصور کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہی پارٹی یہاں زیادہ تر برسر اقتدار رہی ہے۔

لیکن گذشتہ عام انتخابات کے بعد یہاں حالات بدل گئے۔ انتخابات میں کامیابی تو صباح اتحاد پارٹی ہی کو ملی مگر فورا بعد اس کے بہت سے ممبران دغا دے کر مہاتر محمد کے نیشنل فرنٹ سے مل گئے اور اس طرح یہاں وزیر اعظم کی پارٹی برسر اقتدار آگئی۔ امسال بھی اس طرح کی خبریں گرم ہیں کہ حکمراں جماعت ہر قیمت پر اس صوبے کو جیتنا چاہتی ہے۔ لیکن صباح اتحاد پارٹی بھی پر امید ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ گذشتہ انتخابات میں عوام نے اسی کو فتح سے ہمکنار کیا تھا۔ مگر نیشنل فرنٹ کی دل بدلی کی سیاست نے انھیں اقتدار سے محروم کر دیا تھا جسے عوام بھولے نہیں ہیں۔ یہاں مقابلہ کلنٹے کا ہوگا موجودہ حکمراں نیشنل فرنٹ یا اپوزیشن میں سے کوئی بھی انتخاب جیت سکتا ہے۔

مذکورہ دو صوبوں کے علاوہ بقیہ تمام دوسرے صوبوں میں اور پارلیمانی انتخابی رائے کے مطابق حکمراں نیشنل فرنٹ کی کامیابی تقریبا یقینی ہے۔ اگرچہ PAS بعض سنہرے وعدوں کے سہارے ووٹروں کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے مگر کلنتان کے علاوہ کہیں اور اس کی پوزیشن مضبوط نظر نہیں آتی۔

ہماری دنیا تباہ ہو رہی ہے ہمیں دھیرے دھیرے ختم کیا جا رہا ہے

فلسطینی پناہ گزیں کیمپوں کی دلدوز داستان

ام ہشام ایک فلسطینی بیوہ مایوسی کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ یہ ان لاکھوں بد نصیب فلسطینیوں میں سے ایک ہے جو پچاس سال قبل اسرائیل کے قیام کے وقت یہودی دہشت گردی کی وجہ سے اپنا گھربار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ام ہشام کو اب یہ امید نہیں ہے کہ وہ کبھی اپنے اس گھر لوٹ سکے گی جو نام نہاد اسرائیل میں واقع ہے۔

ام ہشام ایک فلسطینی مجاہد کی بیوہ ہیں جو بارہ سال قبل ایک اسرائیلی حملے میں شہید ہو گئے تھے۔ ام ہشام محنت مزدوری کر کے ماہانہ پچاس ڈالر کماتی ہیں اور اپنے آٹھ بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ ان کی چھ بچیاں جوان ہیں۔ اب وہ کوئی اور خواب دیکھنے کے بجائے یہ دعا کرتی ہیں کہ خدا ان کی بچیوں کی شادی کرا دے۔

لبنان میں کل بارہ کیمپوں میں تین لاکھ سے زائد فلسطینی پناہ گزیں رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں 1948 میں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا اور جہاں آج وہ اسرائیل قائم ہے جس سے عرب آگے بڑھ کر ہاتھ ملا رہے ہیں۔ 1993 میں ہوئے اوسلو معاہدے سے قبل پی ایل او ان پناہ گزینوں کی مدد کرتی تھی۔ مگر اب اس نے ان کو پورے طور پر نظرانداز کر دیا ہے۔ اور کسی قسم کی مدد انھیں پی ایل او سے نہیں ملتی۔ اسی طرح اقوام متحدہ کا پناہ گزینوں کی مدد کرنے والا ادارہ بھی اب پہلے کی بہ نسبت ان کی معمولی مدد کر رہا ہے۔

پہلے بھی یہ پناہ گزیں کیمپ خستہ حال تھے۔ پی ایل او اور اقوام متحدہ کے ذریعہ نظرانداز کر دیے جانے کے بعد اب ان کی حالت اور خراب ہو گئی ہے۔ محترمہ لطفیہ کا کہنا ہے کہ ہماری دنیا تباہ ہو رہی ہے ہمیں اب نہ فلسطینی تصور کیا جا رہا ہے اور دوسرے ملکوں نے بھی انھیں بھلا دیا۔ آج یہ کیمپ بے پناہ ناداری، گندگی، بجھی ہوئی شکستہ خواب موت، بیماری اور دوسرے امراض و مسائل کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔

اوسلو معاہدے میں ان فلسطینیوں کا کوئی ذکر

نہیں ہے۔ اسرائیل اور لبنان انھیں قبول کرنے کو تیار نہیں۔ پی ایل او نے انھیں بھلا دیا ہے اب یہ لوگ جائیں تو کدھر جائیں کیا اب بھی کوئی یہ اعتراض کرے گا کہ حماس اور اسلامی جہاد کیوں اس نام نہاد امن معاہدے کی مخالفت کر رہے ہیں جس پر یاسر عرفات اور اسحاق رابن نے دستخط کئے ہیں۔

نہ لبنانی۔ ہمیں دھیرے دھیرے ختم کیا جا رہا ہے۔" یہ پناہ گزیں کیمپ بارش کے بعد پانی اور کیچڑ سے بھر جاتے ہیں۔ آج پناہ گزیں بجا طور پر خفا ہیں۔ اس پی ایل او نے انھیں نظرانداز کر دیا ہے جس کی آواز پر ان کے جوان سالوں سے اسرائیل کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ جب اپنوں نے نظرانداز کر دیا تو اقوام متحدہ اور

چیچنیا کے دیہی علاقوں میں

روسی بربریت کا ننگا ناچ

گروزنی اور دوسرے شہروں پر بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانے کے بعد روسی فوج نے قبضہ کر لیا ہے۔ اب تقریبا چیچنیا کا سارا زمینی علاقہ خاص طور سے قصبات اور شہران کے قبضہ میں ہیں۔ ان میں سے بعض شہروں میں چیچن مجاہدوں نے روسی فوجوں کا مقابلہ بھی کیا مگر زیادہ تر جگہوں پر وہ برائے نام مزاحمت کرتے ہوئے پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ یہ دراصل پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت ہوا ہے۔ چیچن مجاہدین پہاڑوں کی آڑ لے کر افغانستان کے طرز پر گوریلا جنگ کی تیاری شروع کر چکے ہیں۔

روسی جنرلوں کو بھی اس بات کا اندازہ ہے۔ چنانچہ پیشگی تحفظ کے طور پر وہ اب ان گاؤوں کو اپنے فضائی حملوں کا نشانہ بنا رہے ہیں جو پر سکون انداز میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان گاؤوں کا جرم صرف یہ ہے کہ پہاڑوں سے قریب واقع ہیں۔ روسیوں کی بمباری کا مقصد یہ ہے کہ ڈر کر یہ لوگ چیچن مجاہدوں کو پناہ نہ دیں۔ کیونکہ روسیوں کی فکر کے مطابق انھیں گاؤوں کی مدد سے چیچن مجاہدین ان پر گوریلا حملے کر رہے ہیں۔

میخاتی چیچنیا کے مشرق میں پہاڑوں کے دامن میں ایک چھوٹا سا پر سکون گاؤں ہے۔ اپریل کے پہلے ہفتے میں ایک دن جب لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے اور بچے گاؤں کی واحد سڑک پر کھیل رہے تھے کہ اچانک روسی طیارے فضا میں نمودار ہوئے اور بے رحمانہ بمباری کرنے لگے۔ کئی گھر تباہ ہو گئے۔ اس بمباری کے بعد یہ بات بھی واضح رہے کہ اب جنگ ان علاقوں میں بھی پہونچ گئی ہے جو اب تک روسی جارحیت کا نشانہ نہیں بنے تھے۔

میخاتی پر روسی جہازوں نے چھ بار حملہ کیا پہلے حملے میں 10 افراد زخمی ہوئے جن میں سات ایک ہی خاندان کے تھے۔ اس خاندان کے سربراہ اور اس کے ایک بچے کے پاؤں اس بمباری سے اڑ گئے۔ گاؤں والوں کو امید نہیں ہے کہ وہ زندہ بچ پائیں گے۔ ایک پسماندہ علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں علاج کی سہولتیں بھی بہت کم ہیں۔

میخاتی پر پہلے حملے کے بعد جو حملے ہوئے ان میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ کیونکہ جہازوں کی آوازیں سن کر فورا گاؤں والے عارضی زمیں دوز پناہ گاہوں میں چھپ جاتے تھے۔

اس گاؤں کے لوگوں نے یہ بھی سیکھ لیا ہے کہ جب موسم خراب ہوتا ہے تو روسی حملے نہیں کرتے۔ چنانچہ اب وہ اپنے کام ایسے ہی اوقات میں کرتے ہیں۔ خراب موسم میں کام کرنا خاص طور سے ایک ایسے علاقے میں جہاں اپریل کے مہینے میں بھی برف باری ہوتی ہے کتنا مشکل ہے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مگر آزادی پسند چیچن اپنی اس متاع عزیز کی حفاظت کے لئے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہیں۔ ●

ملت کی نظریں نئے وائس چانسلر پر

کیا محمودالرحمن مسلم یونیورسٹی کو تباہی کے دلدل سے نکال لے جائیں گے؟

یونیورسٹی کیمپس سے نمائندہ ملی ٹائمز کی تازہ ترین رپورٹ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مسلمانان ہند کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے حالات کا خواہ وہ اچھے ہوں یا ناخوشگوار ان کا براہ راست اثر ملت اسلامیہ ہند پر پڑتا ہے۔ یہ اس یونیورسٹی کا ایک خاص امتیاز ہے جو اسے تاریخی ورثے کے طور پر ملا ہے۔ یونیورسٹی کا قیام سرسید علیہ الرحمہ کی تمناؤں کا مظہر ہے۔ سرسید علیہ الرحمہ نے یہ ادارہ اپنی قوم کی تعلیمی حالت درست کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔ بانی درسگاہ کے اس اصول کو حکومت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یونیورسٹی ایکٹ میں صاف طور سے تحریر ہے کہ اس ادرے کا مقصد مسلمانوں کی تعلیمی وثقافتی خدمت کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس ادارے سے ملک کو خاص شغف اور لگاؤ ہے۔ اسے جب بھی کوئی خطرہ درپیش ہوتا ہے چاہے اندر سے یا باہر سے، تو پوری ملت ایک کرب میں مبتلا ہوجاتی ہے اور اپنی بساط بھر ہر کوئی اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ اسے کوئی نقصان نہ پہونچنے پائے۔ چنانچہ جب سابق وائس چانسلر جناب پروفیسر نسیم احمد فاروقی کے چار سالہ دور میں یہاں رشوت خوری، داخلوں میں دھاندلی اور بندوق کلچر کا رواج عام ہوا تو ملت کا درد رکھنے والے ہر شخص نے اس کے خلاف آواز اٹھائی نتیجہ یہ نکلا کہ مخلص طلباء اور عوام کے احتجاج کے سامنے پروفیسر فاروقی کو جھکنا پڑا اور وہ استعفا دے کر چلے گئے۔

اس کے بعد نئے وائس چانسلر کی تلاش شروع ہوئی۔ بعض ناعاقبت اندیش لوگ پیسے اور کیسے کے بل بوتے پر وائس چانسلر بننے کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔ مگر 11 فروری 1995 کو مجلس انتظامیہ اور یونیورسٹی کورٹ نے ایسے ناپاک عناصر کے عزائم پر پانی پھیر دیا۔ کورٹ سے جو تین نام یونیورسٹی وزٹر صدر جمہوریہ ہند کو بھیجے گئے وہ سبھی انتظامی امور کے ماہر ہیں۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ ہوئے ان تین میں سے صدر جمہوریہ نے جناب محمودالرحمن صاحب کو یونیورسٹی کا پانچ سال کے لئے وائس چانسلر مقرر کردیا ہے۔

اگر چہ ابھی نئے وائس چانسلر نے اپنا عہدہ نہیں سنبھالا لیکن حالات میں بہتری شروع ہوچکی ہے۔ اطلاعات کے مطابق اب وہ لڑکے بھی کلاسوں میں جانے لگے ہیں جو غیر حاضر رہنا فیشن سمجھتے تھے۔ انہیں اندازہ ہوچکا ہے کہ آئندہ وائس چانسلر فاروقی صاحب سے بالکل مختلف ہوگا۔ وہ کلاسوں میں مقررہ حاضری کے بغیر امتحان میں بیٹھنے نہیں دے گا۔ نیز نقل کرنے جیسی لعنت، جو فاروقی صاحب کے دور میں شروع ہوئی، کا بالکلیہ خاتمہ ہوجائے گا۔ شکر ہے کہ ان چند بہکے ہوئے طلباء کی اکثریت نے نوشتہ دیوار پڑھ لیا ہے۔

چمن سرسید کی تباہی کا ذمہ دار کون؟

فاروقی صاحب کے دور میں ہر طرف لاقانونیت اور من مانی کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ بعض طلباء کٹے کے بل پر خود کو قانون سے اوپر سمجھتے تھے۔ اساتذہ کو گالی دینا، کسی کو پیٹ دینا، یوں ہی بدمستی میں گولیاں چلانا اور ہالوں میں قوانین کی پابندی نہ کرنا ان کا مشغلہ تھا۔ کتنے ایسے تھے جو ہوسٹلوں میں کئی کئی کمروں پر قابض تھے حالانکہ متعلقہ ہال کے وہ ممبر نہیں تھے۔ اطلاعات ملی ہیں کہ ایسے اکثر طلباء اب جھایار قوم جمع کرکے ہالوں میں اپنی موجودگی کو قانونی بنانے میں مصروف ہیں۔

لیکن مذکورہ دو واقعات سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یونیورسٹی کے حالات محمودالرحمن صاحب کے نام سن کر ہی درست ہوگئے ہیں۔ طلباء میں بھی ابھی بعض عناصر ایسے ہیں جو دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی پر گامزن ہیں اس طرح اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ میں موجود شاطر سیاستداں بھی نئے وائس چانسلر کو اپنے قبضہ میں کرنے کی تدبیر کر رہے ہیں۔

دراصل کسی سماج سے فائدہ اٹھانے والے لوگ آسانی سے اپنی ہار نہیں مانتے۔ وہ چند طلباء واساتذہ اور غیر تدریسی عملہ کے لوگ جنھوں نے فاروقی صاحب کے دور میں دھاندلیاں کیں یا پیسے کمائے تھے وہ آسانی سے چپ بیٹھنے والے نہیں۔ اگر نئے وائس چانسلر ان کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے تو وہ ان کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کریں گے۔ اور وہی وقت دراصل نئے وائس چانسلر کے امتحان کا ہوگا۔

جناب محمود الرحمن صاحب کی تقرری کے بعد کیمپس میں چند واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں جنہیں اتفاقی حادثہ کے بجائے اس مرض کی علامت کے طور پر دیکھا جانا چاہئے جس میں بدقسمتی سے یہ ہر دلعزیز یونیورسٹی مبتلا ہے۔ اول یہ کہ سلیمان ہال میں دو گروپوں کے درمیان گولیاں چلیں۔ ایک گروہ میں طلبہ یونین کے ایک عہدیدار اور ان کے ساتھی اور دوسرے میں کچھ اور غنڈہ عناصر تھے۔ دوم، حبیب ہال کے پرووسٹ کے ساتھ چند نام نہاد طلبہ نے بدتمیزی کی یہ وہ طلبہ ہیں جو فاروقی صاحب کے دور میں مار دھاڑ کے مختلف واقعات میں ملوث رہے ہیں اور پولیس کو مطلوب ہیں ان کی بدتمیزی کے نتیجہ میں پرووسٹ نے استعفا دے دیا ہے۔

تیسرا واقعہ خود قائم مقام وائس چانسلر سے تعلق رکھتا ہے۔ آنجناب نے ریکارڈ میں دھاندلی کرکے اپنے بھائی کو علی گڑھ پبلک اسکول کا منیجر بنادیا ہے۔ نئے منیجر نے چارج لیتے ہی پرنسپل کو معطل کردیا ہے۔ ایسے خاندان واقرباء پرور اساتذہ سے ماضی میں بھی ادارے کو نقصان پہنچا ہے اور آئندہ بھی پہونچے گا اگر انہیں ان کے جرائم کی سزا نہ ملے یہ تین واقعات اس بڑے مرض کی دراصل نشاندہی کرتے ہیں جس میں سرسید کا چمن مبتلا ہے۔ یعنی طلبہ میں بعض غنڈہ عناصر شامل ہیں بدقسمتی سے طلبہ لیڈر شپ بھی غیر سنجیدہ عناصر کے ہاتھوں میں ہے۔ جو غنڈہ گردی کو ختم کرنے کے بجائے اس سے تعاون لیتی ہے ایسے عناصر سے بعض اساتذہ بھی رسم وراہ رکھتے ہیں۔

مگر اساتذہ کا ایک چھوٹا سا طبقہ انتہائی خطرناک ہے۔ یہ لوگ بین الاقوامی شہرت کے اس ادارے پر اپنی خاندانی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لئے رشوت، سیاست اور غنڈہ گردی جیسے حربے بھی استعمال کرسکتے ہیں۔ نئے وائس چانسلر کے لئے یہی سب سے بڑا دردسر ثابت ہوں گے۔

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نئے وائس چانسلر کو طرح طرح کے مسائل کا سامنا ہوگا۔ سب سے پہلے تو انہیں ان عناصر سے نبٹنا ہوگا جن کے خلاف سنگین الزامات ہیں۔ یعنی وہ موجودہ یا سابق عہدیداران جن کے خلاف کرپشن کے الزامات ہیں۔ نئے چانسلر کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کے خلاف فورا تحقیقات کا حکم دیں اور اگر ان کے خلاف جرم ثابت ہو تو انہیں قرار واقعی سزا دیں۔ خاص طور سے کنٹرولر آفس اور ڈیوٹی سوسائٹی کے خلاف تحقیقات انتہائی ضروری ہیں۔ دراصل نئے وائس چانسلر خود محسوس کریں گے کہ یہی دونوں آفس ماضی میں بے شمار بدعنوانیوں اور غنڈہ گردی کا سرچشمہ رہے ہیں۔

نئے وائس چانسلر محمودالرحمن

نئے وائس چانسلر کے سامنے دوسرا بڑا مسئلہ تقرریوں کے وقت پیش آئے گا۔ اپنے ایک انٹرویو میں محمود الرحمن صاحب نے خود ہی کہا ہے کہ وہ علمی لیاقت کے علاوہ کسی اور "صلاحیت" کو خاطر میں نہ لائیں گے۔ اگر وہ عملا ایسا کرسکیں تو اس ادارے اور ملت پر بڑا احسان ہوگا۔ ان کے دور میں بے شمار لوگ ریٹائر ہوں گے جن کی جگہیں پر کرنی ہوں گی۔ آج ان جگہوں پر جن لوگوں کا تقرر ہوگا وہ اگلے تیس سال تک طلباء کا مستقبل بنانے یا بگاڑنے کا کام انجام دیں گے۔ اس طرح سلیکشن کمیٹیوں میں وائس چانسلر کا رول بہت اہم ہوگا۔

طلبہ میں ڈسپلن قائم کرنا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے اس ضمن میں دو باتیں اہم ہیں۔ بعض وہ لوگ جن کے خلاف فوجداری کے مقدمے ہیں جن کا مجرمانہ ریکارڈ سب پر عیاں ہے ان کے خلاف فی الفور کارروائی کی ضرورت ہوگی بعض طلباء نادانی میں معمولی قسم کی ضابطہ شکنی کرتے رہے ہیں انہیں درگزر کردینا بہتر ہوگا۔ مگر اس وضاحت کے ساتھ کہ آئندہ ایسی غلطیوں پر ان کی سخت پکڑ ہوگی۔

طلبہ ڈسپلن کے تعلق سے عام اساتذہ سے بھی گزارش کرنے کو جی چاہتا ہے کہ وہ ماضی میں ہوئی ہلکی نوعیت کی بدتمیزی کو نظر انداز کردیں۔ جرم اور نادانی میں فرق ہے۔ بعض نادانیاں بدتمیزی کے دائرے میں ضرور شامل ہوتی ہیں مگر وہ سنگین نہیں ہوتیں۔ ماضی میں بعض طلباء نے ان کے ساتھ بلا شبہ زیادتیاں کی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس وجہ سے وہ انتقامی کارروائی پر اتر آئیں، یاد رکھنا چاہئے کہ اساتذہ ہی دراصل یونیورسٹی کے مستقبل کے معمار ہیں۔ اس لئے ان پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اساتذہ کے بارے میں بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے دل کے ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ دنوں میں اساتذہ اپنے فرض منصبی کو اچھی طرح نبھائیں گے۔

آزمودہ تجربہ کار اور انتظامی امور کے ماہر وائس چانسلر کو مشورہ دینا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ بہی خواہانہ جذبات اور خیالات ہیں مقصد یونیورسٹی کی بھلائی ہے۔ نہ کسی سے صلے کی تمنا اور نہ کسی کی بلاوجہ دشمنی۔ ایسے بہی خواہان ہر نئے وائس چانسلر سے بے شمار نیک توقعات وابستہ کرتے ہیں جو فطری ہے۔ دیکھئے اب مستقبل کے بطن میں ہماری عزیز مادر درسگاہ کے لئے کیا کچھ موجود ہے۔

اپنی سرزمین پر خلافت کے احیاء کی کوششوں سے برطانیہ خائف

آج کا برطانیہ محض عیسائیت کا گھروندا نہیں بلکہ مختلف مذاہب کا گہوارہ ہے۔ اسلام، عیسائیت کے بعد ملک کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد امریکہ نے مارشل پلان کے تحت معاشی طور پر بدحال برطانیہ کی مدد شروع کی جس کے نتیجہ میں وہاں کی انڈسٹریز نے دوبارہ اپنی پیداوار شروع کی۔ 1960 کی دہائی میں برطانیہ میں باقاعدہ مزدوروں کی کمی پڑگئی۔ نتیجتاً بے شمار لوگوں کو خصوصاً ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش سے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے لے جایا گیا۔ برطانیہ کے ان نئے باشندوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔

ان میں سے اکثر کم پڑھے لکھے تھے۔ مگر بعض اعلی تعلیم یافتہ تھے۔ اسی طرح بعض وہ لوگ جو تعلیم کی غرض سے برطانیہ گئے، فراغت کے بعد وہ بھی وہیں آباد ہوگئے۔ ایسے لوگوں میں برصغیر ہند وپاک کے علاوہ مغربی ایشیا کے مسلمان بھی شامل ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً 2 ملین یعنی 20 لاکھ ہے۔ ان میں نصف کے قریب وہ ہیں جو وہیں پیدا ہوئے اور وہیں کے اسکولوں میں اور ماحول میں پلے بڑھے ہیں۔ آج برطانیہ معاشی طور پر پریشان حال ہے جس کے نتیجہ میں وہاں تقریباً 15 فیصد لوگ بے روزگار ہیں۔ ایشیائی نسل کے لوگوں میں بے روزگاری کا تناسب 30 فیصد سے اوپر ہے۔

برطانیہ کے مسلمان ادھر کچھ دنوں سے وہاں کے ذرائع ابلاغ کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے برطانیہ میں پل بڑھ کر جوان ہوئے مسلمان برطانوی معیار کے مطابق ایک مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ کچھ تو وہ ہیں جو برسر روزگار ہیں اور ہر اعتبار سے برطانوی سماج کا حصہ بن گئے ہیں۔ مگر اکثریت ایسے نوجوانوں کی ہے جو بے روزگار ہیں اور بے راہ روی کا شکار ہو رہے ہیں۔

برمنگھم اور بریڈ فورڈ میں پاکستانی مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد رہتی ہے جو وہاں کے نام نہاد اندرون شہر یا CityInner میں آباد ہے۔ ان مسلم محلوں میں شہری سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کھیل کے میدان، تفریح کے لئے پارک اور دل بہلانے کے دوسرے وسائل یہاں تقریباً ناپید ہیں۔ صرف ایلم راک روڈ پر "کشمیری تفریح" نامی مرکز ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں یہ نوجوان دل بہلانے اور تفریح کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

یہاں پر آنے والے اکثر نوجوانوں میں برطانوی معاشرے کی بنا پر بے راہ روی بھی آ گئی ہے۔ حالانکہ ان کے والدین اسلام پر عمل پیرا ہیں مگر برطانوی اسکولوں میں پڑھے ہوئے بچوں کو وہ مطمئن نہیں کر پاتے جن کی بنا پر وہ ذہنی تناؤ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے خاندان سے وابستہ ہیں۔ ایشیائی معاشرے کے سنجیدہ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ انہیں روزگار سے لگایا جائے۔ خدمت خلق کرنے والے کچھ ادارے بھی اس سلسلے میں تعاون دینا چاہتے ہیں۔

ایشیائی نوجوانوں خصوصاً مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ایسی بھی ہے جو اپنے مذہب پر شعوری طور پر کاربند ہے۔ برطانیہ کی نگاہ میں یہ بنیاد پرست ہیں جو سماجی، ثقافتی، سیاسی اور معاشی مسائل کا حل قرآن میں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ بڑے ہی صالح نوجوان ہیں جو اہل برطانیہ کے سامنے صحیح اسلامی تصور پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر برطانیہ کے ارباب اقتدار انہیں بھی ایک طرح کا خطرہ تصور کرتے ہیں۔

ایشیائی نوجوانوں خصوصاً مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ایسی بھی ہے جو اپنے مذہب پر شعوری طور پر کاربند ہے۔ برطانیہ کی نگاہ میں یہ بنیاد پرست ہیں جو سماجی، ثقافتی، سیاسی اور معاشی مسائل کا حل قرآن میں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ بڑے ہی صالح نوجوان ہیں جو اہل برطانیہ کے سامنے صحیح اسلامی تصور پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر برطانیہ کے ارباب اقتدار انہیں بھی ایک طرح کا خطرہ تصور کرتے ہیں۔ ان نوجوانوں میں طلبہ بھی ہیں اور طالبات بھی جو حجاب کا اہتمام کرتی ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی دوسرے مسلم ممالک سے اعلی تعلیم کے لئے آئے ہیں جو اپنے وطن جا کر اعلی عہدوں پر فائز ہو کر اس کی پالیسیوں کو متاثر کرسکتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے مطابق ان میں سے کتنے ہی حزب التحریر کے ممبر ہیں جو عالمی اسلامی خلافت کی علمبردار ہے۔ خلافت کے خاتمے کی مہم میں حصہ لینے والے برطانیہ کے لئے یہ بات پریشان کن ہے کہ اب اس کی اپنی سرزمین سے خلافت کے احیاء کی آواز اٹھ رہی ہے۔ چنانچہ اس کی پوری کوشش ہے کہ مسلم نوجوانوں کو برطانوی رنگ میں رنگ دیا جائے۔ مگر پھر اس کے سامنے یہ مصیبت آجاتی ہے کہ نسل پرستی میں یقین رکھنے والا برطانوی سماج انہیں اپنے اندر ضم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

اس شمارے کی قیمت چار روپے
سالانہ چندہ ایک سو پچاس روپے / سو امریکی ڈالر
یکے از مطبوعات
مسلم میڈیا ٹرسٹ
پرنٹر، پبلیشر، ایڈیٹر محمد احمد سعید نے
تیج پریس سے چھپوا کر
دفتر ملی ٹائمز انٹرنیشنل
49 ابو الفضل انکلیو،
جامعہ نگر، نئی دہلی۔25 سے شائع کیا
فون : 6827018

عالم اسلام کے بطن میں عیس

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عیسائی دف

اگر آپ کسی عالم دین کو یا تقدس کی چادر اوڑھے ہوئے کسی روحانی شخص کو خبروں اور فروعی معاملات میں مسلمانوں کے درمیان لڑانے کا سامان کرتا دیکھیں تو سمجھ جائیے کہ اس کارشتہ عیسائیت کی اسی خفیہ سرنگ سے جاملتا ہے۔

دوران سفر ایک صاحب سے میں نے دریافت کیا: کیا آپ نے سلمان رشدی کی لکھی ہوئی کتاب "شیطانی آیات" پڑھی ہے؟ اس میں کیا لکھا ہے جو اس قدر مخالفت ہورہی ہے؟

انہوں نے کہا: "پڑھی تو میں نے بھی نہیں مگر سنا ہے کہ اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت توہین (خاکم بدہن) کی گئی ہے، اسی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے اس قدر احتجاج کیا جارہا ہے۔"

دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ مجھے ایک پرانا قصہ یاد آگیا۔ وہ قصہ یوں ہے:

"میرے ایک دوست جو علی گڑھ میں نواب چھتاری کے ہاں کسی اونچی ملازمت پر تعینات تھے اور نواب صاحب اس سے کافی بے تکلف تھے، انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ نواب صاحب ہندوستان کی تقسیم سے پہلے انگریزوں کے بڑے ہی خیر خواہ تھے۔ وہ مسلم لیگ اور کانگریس پارٹی سے بالکل لاتعلق تھے اور سیاست میں انگریزوں کے ہر طرح مددگار تھے۔ اسی لئے انگریزی حکومت نے ان کو یوپی کا گورنر بنادیا تھا۔

"ایک بار برطانوی حکومت نے سبھی ہندوستانی صوبوں کے گورنروں کو مشورے کے لئے انگلستان بلایا تو نواب صاحب بھی بحیثیت گورنر انگلستان گئے۔ یہاں علی گڑھ کا جو بھی کلکٹر نیا آتا تھا ان سے برابر ملتا رہتا تھا اور کبھی کبھی آگرہ کا کمشنر بھی۔ ان سب افسروں کے نواب صاحب سے اچھے تعلقات تھے۔ جب نواب صاحب لندن پہنچے تو جو کلکٹر اور کمشنر ان کے پرانے ملاقاتی تھے، اور ریٹائر ہوکر انگلستان چلے آئے تھے، جب انہیں نواب صاحب کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ملنے آئے ان میں سے ایک کلکٹر جو نواب صاحب سے بہت مانوس تھا اس نے کہا "نواب صاحب...! آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو آئیے، میں آپ کو یہاں کے عجائب خانے دکھادوں جن میں ہزاروں برس پرانی ایسی ایسی چیزیں ہیں جو آپ نے کبھی دیکھی نہ سنی ہوں گی۔"

نواب صاحب نے کہا "عجائب خانے تو میں نے سب دیکھ لئے۔ حکومت نے دکھادیئے اور یہاں جو بھی آتا ہے، یہ دیکھ کر ہی جاتا ہے، البتہ اگر تم کچھ دکھانا چاہتے ہو تو ایسی چیز دکھاؤ جو یہاں سے اور کوئی دیکھ کر نہ گیا ہو۔"

انگریز کلکٹر نے کہا "نواب صاحب! میں نے سوچ لیا اور معلومات بھی حاصل کرلی ہیں۔ اب آپ کو ایسی چیز دکھاؤں گا جو اور کوئی یہاں سے دیکھ کر نہیں گیا۔" اس پر نواب صاحب خوش ہوگئے اور کہا کہ "بس ٹھیک ہے"۔ کلکٹر نے نواب صاحب سے پاسپورٹ مانگا اور کہا کہ "وہ جگہ دیکھنے کے لئے حکومت سے تحریری اجازت لینی ہوتی ہے، اس لئے پاسپورٹ کی بھی ضرورت ہوگی۔" دو ایک روز بعد وہ نواب صاحب کا اور اپنا تحریری اجازت نامہ لے کر آیا اور کہا کہ "کل صبح آپ میرے ساتھ میری موٹر میں چلیں گے۔ سرکاری موٹر نہیں لے جائیں گے۔ نواب صاحب اس پر راضی ہوگئے۔ اگلے روز نواب صاحب اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکل کر ایک طرف جنگل شروع ہوگیا۔ اس میں ایک چھوٹی سی سڑک تھی جس پر جوں جوں چلتے گئے، جنگل گھنا ہوتا گیا۔ راستے میں کوئی پیدل چلتا نظر آیا نہ کسی قسم کی سواری پر نظر پڑی۔ کسی طرح کی آمد ورفت کا سلسلہ نہیں تھا۔ چلتے چلتے کوئی آدھ گھنٹہ گزرا تو نواب صاحب نے دریافت کیا: کیا دکھانے لے جارہے ہیں؟ کوئی جنگلی جانور ہے یا کوئی تالاب جس میں خاص قسم کے جانور ہیں؟ اس طرف آبادی ہے نہ آمد ورفت۔ ابھی کتنا اور چلنا ہے؟

اس نے کہا "بس تھوڑی دور اور چلنا ہے۔ جنگلی جانور یا تالاب وغیرہ نہیں دکھانا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک بڑا دروازہ آیا جو ایک بڑی عمارت کے مین گیٹ کی صورت میں تھا اس میں آگے اور پیچھے دروازے تھے دونوں طرف فوجی پہرہ تھا۔ کلکٹر نے موٹر سے اتر کر پاسپورٹ اور تحریری اجازت نامہ دکھایا۔ اس نے دونوں رکھ لئے اور اندر آنے کی اجازت دیدی مگر یہ کہا کہ آپ اپنی موٹر یہیں چھوڑ دیجئے اور اندر جو موٹریں کھڑی ہیں، ان میں سے کوئی لے لیجئے۔ نواب صاحب نے دیکھا یہ دروازہ کسی عمارت کا نہیں تھا اور اس کے دونوں طرف دیواروں کے بجائے بہت گھنی جھاڑیاں اور کانٹے دار درخت تھے جن میں سے کسی کا گزرنا ممکن نہ تھا۔

موٹر چلتی رہی مگر گھنے جنگل اور جنگلی درختوں کی دیوار کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ نواب صاحب نے گھبرا کر پوچھا "کب وہاں پہنچیں گے؟" اس نے کہا بس پہنچ گئے۔ دیکھئے وہ جو عمارت نظر آرہی ہے وہاں جانا ہے۔ پھر اس نے خاص طور سے یہ کہا: اس عمارت میں جب داخل ہوں گے تو ہر چیز دیکھئے مگر آپ کسی قسم کا کوئی سوال کسی سے نہیں کریں گے۔ بالکل خاموش رہنا ہے۔ آپ کو جو کچھ دریافت کرنا ہو وہ مجھ سے پوچھ لیجئے گا۔ ویسے میں خود ہی بتاتا جاؤں گا۔ نواب صاحب نے کہا "اچھا ٹھیک ہے" عمارت سے تھوڑے فاصلے پر انہوں نے موٹر چھوڑ دی اور پیدل عمارت کی طرف بڑھے۔ یہ ایک بڑی سی عمارت تھی۔ شروع میں دالان تھا، اس کے پیچھے متعدد کمرے تھے۔ جب دالان میں داخل ہوئے تو ایک نوجوان داڑھی مونچھوں والا، عربی کپڑے پہنے اور سر پر رومال ڈالے ایک کمرے سے نکلا۔ ایک دوسرے کمرے سے دو ایک نوجوان اور نکلے۔ ان لوگوں نے پہلے کمرے سے نکلنے والے لڑکے سے کہا "السلام علیکم" دوسرے نے جواب دیا "وعلیکم السلام کیا حال ہے"؟ نواب صاحب حیران رہ گئے۔ جب لڑکے ان کے قریب سے گزرے تو نواب صاحب نے کچھ دریافت کرنا چاہا، مگر کلکٹر نے فوراً اشارے سے منع کردیا۔ پھر کلکٹر نے انہیں ایک کمرے کے دروازے پر لے جاکر کھڑا کیا۔ دیکھا کہ اندر فرش بچھا ہے اور اس پر عربی لباس میں متعدد طلبہ بیٹھے ہیں۔ اور ان کے سامنے ان کے استاد بالکل اسی طرح بیٹھے سبق پڑھا رہے ہیں جیسے اسلامی مدرسوں میں استاد پڑھاتے ہیں طلبہ عربی میں اور کبھی انگریزی میں استاد سے سوال کرتے تھے۔

کلکٹر نے نواب صاحب کو سب کمرے دکھائے اور ہر کمرے میں جو تعلیم ہورہی تھی وہ بھی بتائی۔ نواب صاحب نے دیکھا کہیں کلام مجید پڑھایا جارہا ہے، کہیں قرات سکھائی جارہی ہے، کہیں معنی اور تفسیر کا درس ہورہا ہے، کہیں احادیث پڑھائی جارہی ہیں، کسی جگہ بخاری شریف کا سبق ہورہا ہے اور کہیں مسلم شریف کا۔

جب مُردوں نے شیئر بازار کو اپنی مٹھی میں کرلیا

ایک قوم کی مصیبت دوسری قوم کے لئے نعمت بن جاتی ہے۔ یہ جملہ شاید اس کہاوت کی بولتی ہوئی تصویر ہے کہ کسی کا گھر جلے اور کوئی ہاتھ سینکے۔ جاپان میں حالیہ تباہ کن زلزلے سے جس کی صداقت اور بھی واضح ہوگئی ہے۔ ہزاروں جانیں تلف ہونے اور بے شمار افراد کے بے گھر ہوجانے کا اثر یہ پڑا کہ جاپانی انشورنس کمپنیوں کے حصص گرگئے جو کروڑوں کی مقدار میں معاوضہ ادا کریں گی۔ اس کے مقابلے میں ان تعمیراتی کمپنیوں کے حصص حد درجہ اوپر اٹھ گئے جنہیں تباہی سے متاثر شہروں میں زندگی پھر سے معمول پر لانے کے لئے تعمیراتی ٹھیکے ملیں گے۔

اس کا مطلب ہوا کہ ملوکین اسٹاک ایکسچینج کے معاملات میں دخیل ہوگئے اور حصص کی قیمتوں کا تعین کرنے لگے۔ اس سے ایک مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ انسان قبروں کو کھود کر ان میں سے مُردوں کی لاشیں نکال لائے گا اگر اسے یقین ہوجائے کہ اس میں خاصا منافع حاصل ہوگا۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ اخبارات میں ہماری نظر سے ایسے واقعات گزرتے ہی رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں جگہ پر قبر کھودنے والے مردوں کی لاشیں میڈیکل کالج کے طلباء کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں۔ مزید یہ کہ وہ پوری لاش بیچنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہر طالب علم کی ضرورت کے مطابق اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے وہ ہر عضو کو الگ الگ بیچتے ہیں۔

اس سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خوردہ فروشی میں تھوک فروشی سے زیادہ منافع ہے گویا کہ مردوں کے ساتھ انسان کا وحشیانہ سلوک بازار کے بھاؤ کے ساتھ بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔ اس کی ایک دلدوز مثال برازیل میں دیکھنے کو ملی ہے۔ وہاں ایسے بچے پکڑنے والے لوگ ہوتے ہیں جو سڑک پر پھرنے والے بچوں کو اپنی گولی کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان کی لاشیں مخصوص ٹھکانوں پر لے جائی جاتی ہیں۔ جہاں ان کے اعضاء کی قطع وبرید کر کے بڑے پیمانے پر یوروپ اور امریکہ کے معروف طبی مراکز اور اسپتال کو سپلائی کردیا جاتا ہے۔

حال ہی میں ڈھاکہ (بنگلادیش) کی ایک خبر کے مطابق ایک ہوائی جہاز گرنے کے حادثے میں تمام مسافر جاں بحق ہوگئے صرف ایک نوسالہ بچی زندہ بچی تھی جس کا باپ حادثے کی نذر ہوگیا تھا لڑکی کو بچالیا گیا لیکن معلوم یہ ہوا کہ جن دو آدمیوں نے اس کی جان بچائی تھی اس کے گلے سے سونے کا ہار نکال لیا تھا۔ ٹوکیو کا حصص بازار، قبرستان ہو یا برازیل کی سڑکیں انسانی وحشت کا ہر جگہ راج ہے۔

سائیت کی خفیہ سرنگ

یاکے ایک خطرناک منصوبے کا انکشاف

ہیں مسئلے مسائل سکھائے جارہے ہیں اور کہیں اصطلاحات کی وضاحت اور کہیں مناظرہ ہورہا ہے۔ یہ سب دیکھ کر نواب صاحب بہت حیران ہوئے۔ ان کا جی چاہتا تھا کہ ایک آدھ طالب علم سے کمرے سے نکلتے وقت کوئی سوال کریں مگر کلکٹر اشارے سے ان کو روک دیتا تھا۔ یہ سب دیکھ کر جب واپس ہوئے تو نواب صاحب نے کہا کہ اتنا بڑا مذہبی مدرسہ ہے جس میں اسلام کے ہر پہلو کی اس قدر عمدہ تعلیم اور باریک سے باریک باتیں سکھائی جارہی ہیں آخر یہ ان مسلمان طلبہ کو اس طرح علیحدہ کیوں بند کر رکھا ہے اور کیوں چھپا رکھا ہے؟ تب کلکٹر نے کہا کہ ان میں کوئی مسلمان نہیں، یہ سب عیسائی مشنری ہے۔

نواب صاحب کو مزید حیرت ہوئی اور انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کلکٹر نے کہا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد، انہیں مسلمان ممالک میں، خصوصا شرق وسط بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں یہ لوگ کسی بڑے شہر کی بڑی مسجد میں جاکر نماز میں شریک ہوتے ہیں اور نمازیوں سے کہتے ہیں کہ وہ انگریز ہیں، انہوں نے مصر

ں ازہر یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور مکمل عالم ہیں۔ انگلستان میں اسلامی ادارے نہیں جہاں وہ تعلیم دے سکیں اور نہ مسجدیں ہیں، اس لئے جلاوطنی اختیار کی ہے وہ سردست تنخواہ نہیں چاہتے بلکہ صرف کھانا اور سر چھپانے کا ٹھکانا اور پہننے کے کپڑے درکار ہیں۔ وہ مسجد میں موذن یا پیش امام یا بچوں کو کلام مجید کے معلم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کو تیار ہیں اگر کوئی بڑا تعلیمی ادارہ ہو تو اس میں استاد کی حیثیت سے کام کرسکتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو مسجد یا مدرسے میں رکھ لیا جاتا ہے تو مقامی لوگ بطور امتحان اس سے مسئلہ مسائل بھی معلوم کرتے ہیں اور وہ کافی وشافی جواب دیتے ہیں کچھ عرصے بعد جب کوئی اختلافی مسئلہ آتا ہے تو لوگ ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور وہ اس اختلافی مسئلے پر ان کی دو پارٹیاں بناکر خوب اختلاف پیدا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس طرح آپس میں لڑاتے ہیں۔ سو اس ادارے کا پہلا اصلی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑاؤ چنانچہ شرق اوسط میں گرجاؤں کے پادریوں کے ایک سالانہ جلسے میں Zavyar نامی پادری نے بحیثیت صدر اپنی تقریر میں یہ کہا کہ مسلمانوں سے ہم مناظرے میں نہیں جیت سکتے، اس لئے ہم نے اسے چھوڑ کر یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ انہیں آپس میں لڑاؤ۔ اس میں ہم کامیاب ہیں لہذا ہمیں اس پر عمل پیرا رہنا چاہئے۔ اس مدرسے کا مقصد یہ ہے کہ حضور صلعم کا درجہ جس طرح بھی ہوسکے گھٹاؤ تاکہ مسلمانوں کے دلوں

> بر صغیر میں انگریزی حکومت کے زمانے میں کتاب "رنگیلا رسول" لکھائی گئی۔ اس کے بعد غلام احمد قادیانی کو نبی بنایا گیا۔ اسی طرح ایک ڈیڑھ عشرہ پہلے امریکہ میں رشاد خلیفہ نے اعلان کیا کہ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے عدد 19 کی بنا پر قرآن مجید کو اللہ کا کلام ثابت کیا ہے۔ پھر کہا کہ میرا نام "خلیفہ" قرآن مجید میں موجود ہے اور پھر اپنے نبی ہونے کا اعلان کردیا۔

میں جو ان کی عزت اور محبت ہے وہ کم ہو جائے اس کے بغیر ہم مسلمانوں پر قابو نہیں پاسکتے کیونکہ محض مسلمانوں کے سیاسی اختلاف سے اسلام ختم نہیں ہوسکتا۔

کلکٹر کی ان باتوں پر نواب صاحب حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہے تھے۔

عیسائیوں نے اپنے اس پروگرام پر کئی پہلوؤں سے عمل کیا۔ برصغیر میں انگریزی حکومت کے زمانے میں کتاب "رنگیلا رسول" لکھائی گئی۔ اس کے بعد غلام احمد قادیانی کو نبی بنایا گیا۔ ان سے جو کتابیں مذہب کے متعلق لکھوائی گئیں وہ اندرون خانہ اسی مسیحی ادارے کی کاوش کا نتیجہ تھیں ورنہ غلام احمد کی بذات خود کیا قابلیت تھی۔ اسی طرح ایک ڈیڑھ عشرہ پہلے امریکہ میں رشاد خلیفہ نے اعلان کیا کہ اس نے کمپیوٹر کے ذریعے عدد 19 کی بنا پر قرآن مجید کو اللہ کا کلام ثابت کیا ہے۔ جب لوگ اس کے معتقد ہوگئے تو اس نے قرآن مجید میں چند آیتیں تحریف شدہ بتادیں۔ پھر کہا کہ میرا نام "خلیفہ" قرآن مجید میں موجود ہے اور پھر اپنے نبی ہونے کا اعلان کردیا۔ جن لوگوں کو اس میں شبہ ہوا ان کے لئے مناظرے کا دن اور تاریخ مقرر کردی۔ اس نے جب قرآن مجید میں چند آیتوں کی تحریف کا اعلان کیا تو لوگوں نے کمپیوٹر کے ذریعے اس کے بتائے ہوئے حسابی نقشے کی جانچ کی، جو غلط ثابت ہوا۔ مسلمان علماء، مناظرے کے لئے تیار تھے مگر مقررہ وقت مناظرہ سے پہلے، غلام احمد قادیانی کی طرح، اسے موت نے آدبوچا اور یوں اس فتنے کا خاتمہ ہوگیا رشاد خلیفہ کا خاتمہ ہوگیا لیکن اس کا فتنہ باقی ہے اس کا ادارہ اور سینٹر اور اس کے رفیق حسب سابق کام کر رہے ہیں اس کا تحریف شدہ ترجمہ قرآن امریکہ میں عام طور پر ملتا ہے۔ (صدیقی ٹرسٹ)

اب سلمان رشدی کی کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے۔ کتاب چاہے سلمان رشدی نے خود لکھی ہو غالباً اسی ادارے کا تیار کردہ ہے۔ انگریزی حکومت نے بھی اس کی جان کی حفاظت کے لئے پولیس کے دو آدمی مستقلا اس کے ساتھ لگا رکھے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ہر طرح کے انتظامات ہیں اور اس ملعون کی حفاظت پر لاکھوں پونڈ خرچ ہورہے ہیں۔ جب کہ انگلستان میں رہنے والے کئی افراد کو بھی موت کی دھمکی دی جاتی ہے وہ حفاظت کے لئے حکومت سے درخواست کرتے ہیں مگر ان کی حفاظت کے لئے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا جاتا۔ حال ہی میں چند مالدار انگلستانی سکھ باشندے، بھارتی سکھوں کے، خالصتان بنانے کے خلاف اور بھارتی حکومت کے طرفدار تھے۔ خالصتانی سکھوں نے انہیں موت کی دھمکی دی تو انہوں نے حکومت سے مدد چاہی مگر حکومت نے کوئی خاص انتظام نہ کیا اور وہ مالدار سکھ مارے گئے۔ لیکن سلمان رشدی کے ساتھ کیا خصوصیت ہے کہ برطانوی حکومت نہ صرف اس قدر سخت حفاظتی انتظام کر رہی ہے بلکہ سیاسی طور پر ایران پر زور ڈال رہی ہے کہ امام خمینی صاحب کا فتوی واپس لیا جائے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ عیسائیوں کی ان سازشوں سے آگاہ رہیں اور اپنے گروہی اور فرقہ وارانہ اختلافات ختم کردیں جو ان کی اجتماعی قوت کو نہایت کمزور کئے دیتے ہیں انہی اختلافات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان بوسنیا، کشمیر اور فلسطین میں ہر کہیں بے کس اور مظلوم ہیں مگر عالم اسلام ان کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔

> مسلمانوں کو چاہئے کہ عیسائیوں کی ان سازشوں سے آگاہ رہیں اور اپنے گروہی اور فرقہ وارانہ اختلافات ختم کردیں جو ان کی اجتماعی قوت کو نہایت کمزور کئے دیتے ہیں انہی اختلافات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان بوسنیا، کشمیر اور فلسطین میں ہر کہیں بے کس اور مظلوم ہیں مگر عالم اسلام ان کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔

(تحریر: محمد آصف دہلوی، سہارنپوری)

کیا سیشن بی جے پی جوائن کریں گے؟

سنسنی خیز بیانات دینے اور عدیم المثال اقدامات کرنے میں ماہر چیف الیکشن کمشنر ٹی۔ این۔ سیشن نے پھر ایک ایسا بیان دیا ہے۔ جو تقریباً تمام اخبارات میں شائع دیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے سیاسی میدان میں کودنے کا اشارہ کیا ہے لیکن اس کے لئے انہوں نے شرط بھی رکھی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر سیاست میں میرا داخلہ ملکی مفاد میں ہے اور عوام اس کے لئے مجھے خطوط لکھتے ہیں یعنی اپنے خطوط کے ذریعے اگر وہ مجھ پر دباؤ ڈالتے ہیں تو میں سیاست میں آجاؤں گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے اپنے مفاد کی سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ البتہ قومی مفاد کے پیش نظر وہ ایسا قدم اٹھاسکتے ہیں۔

سیشن کی مدت ملازمت 12 دسمبر 96 کو ختم ہورہی ہے اور 96 ہی میں عام انتخابات بھی ہورہے ہیں۔ اس خبر کے منظر عام پر آنے سے لوگ یہ سوال کرنے لگے تھے کہ کیا سیشن اپنے عہدے سے استعفیٰ دیکر 96 کے عام الیکشن میں حصہ لیں گے۔ لیکن دو دن کے بعد انہوں نے ان شکوک وشبہات کو دور کردیا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے عہدے سے استعفیٰ دیکر سیاست میں آنے کی خواہش نہیں رکھتے۔ ایک اخبار نویس سے انہوں نے کہا کہ سیاست میں میرے آنے کا سوال آپ مجھ سے 12 دسمبر 96 کے بعد پوچھیں تو بہتر ہے۔

ویسے اگر دیکھا جائے تو سیشن سیاست میں نہ رہتے ہوئے بھی سیاست میں ہیں اور سیاست کر رہے ہیں۔ انتخابی عمل کو جتنا انہوں نے متاثر کیا ہے آج تک کسی بھی الیکشن کمشنر نے نہیں کیا ہے۔ دوسری طرف ان کے بیشتر اقدامات ایسے رہے ہیں جن کے تناظر میں ان کی نیت پر لوگ شک بھی کرتے رہے ہیں ان کے اکثر اقدامات کانگریس یا پھر بی جے پی کو تقویت پہنچانے والے رہے ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ ان سے ان پارٹیوں کو تقویت حاصل ہوئی یا نہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سیشن اپنے اعلانات واقدامات پر اٹل رہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ اڑئیل رویے کے مالک ہیں۔ لیکن سیاسی پارٹیوں میں اندرونی جمہوریت کے معاملے پر انہوں نے جو دھمکی دی تھی اسے شاید وہ فراموش کرگئے یا اس پر عمل کرنے کی ان میں جرآت نہیں رہی۔ انہوں نے گذشتہ سال اکتوبر ہی میں اعلان کیا تھا کہ جن پارٹیوں میں اندرونی جمہوریت نہیں ہوگی ان کا رجسٹریشن وہ خارج کردیں گے اور وہ الیکشن نہیں لڑ سکیں گی۔

اس اعلان کا خیر مقدم بی جے پی نے زبردست طریقے سے کیا تھا کیونکہ درحقیقت وہی ایک ایسی پارٹی ہے جس میں اندرونی جمہوریت ہے۔ یہاں بی جے پی نے اس کا خیر مقدم کیا تھا وہیں شیوسینا نے اس کی زوردار مخالفت کی تھی بال ٹھاکرے کا کہنا تھا کہ ہم سیشن کے اس حکم کو قطعی نہیں مان سکتے اگر انہوں نے اس پر عمل کیا تو اچھا نہیں ہوگا ہم بھی انہیں دیکھ لیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیوسینا ایک فاشسٹ پارٹی ہے اور ایسی پارٹیوں میں اندرونی جمہوریت نہیں ہوتی۔ ٹھاکرے ہی شیوسینا کے سیاہ وسفید کے مالک ہیں ان کی مرضی کے بغیر پارٹی میں ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیشن کی دھمکی ٹھاکرے کی دھمکی کے نیچے دب گئی کیونکہ انہوں نے دوبارہ اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ ایسے نہ جانے کتنے اقدامات ہیں جن پر شکوک وشبہات کے سائے منڈلاتے نظر آتے ہیں۔ بہار کے الیکشن کو اتنا کھینچنے پر بھی کچھ حلقوں میں شکوک وشبہات ظاہر کئے گئے تھے۔

سیشن شنکر اچاریہ بھارتی تیرتھ کا آشیرواد لیتے ہوئے۔

گویا سیشن سیاست میں نہ رہتے ہوئے بھی سیاست میں ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے اقدامات کو زبردست عوامی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ وہ سیاستدانوں کو طوائف کہہ کر بھی سنسنی پھیلا چکے ہیں۔ ان کے اس بیان کو بھی کافی دلچسپی سے پڑھا گیا تھا۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک طویل المدتی منصوبے کے تحت وہ چونکا دینے والے اور عوامی پسند کے اقدامات کرتے آئے ہیں۔ دراصل وہ پہلے عوام میں اپنی فیلڈ بنانا چاہتے ہیں تاکہ جب میدان میں اتریں تو کامیابی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے چلے جائیں۔ یہ بات اس لئے بھی زیادہ قرین قیاس لگتی ہے کہ انہوں نے اپنی مقبولیت کو بالواسطہ طور پر ناپنے کا طریقہ اپنا لیا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ عوام انہیں خط لکھ کر بتائیں کہ وہ سیاست میں آئیں یا نہ آئیں اور اگر آئیں تو کس طرح آئیں؟ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ اپنی مقبولیت کو تولنا چاہتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سیشن کے اقدامات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ بی جے پی سے ان کے تعلقات خوشگوار ہیں اور ممکن ہے کہ سیشن آئندہ بی جے پی میں شامل ہوجائیں۔ لیکن کچھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ سیشن اگر سیاست میں آئے تو وہ وہاں بھی کسی کی بالادستی قبول نہیں کریں گے اس لئے اس کا قوی امکان ہے کہ وہ اپنی الگ پارٹی بنائیں گے۔ بہر حال سردست تو وہ 96 کے عام انتخابات کو اپنی نگرانی ہی میں کروائیں گے تاکہ وہ اپنی مقبولیت کا سکہ مزید بٹھاسکیں۔ ان کو جو کچھ بھی کرنا ہوگا وہ جنرل الیکشن کے بعد ہی کریں گے۔

ہندوستان کے پچاس بڑے صنعت کار اور ان کے اثاثے

یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ ہندوستان کے پچاس بڑے صنعت کاروں میں ایک بھی مسلم صنعت کار نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ ان پچاس میں ایک بھی مسلم گروپ کیوں نہیں ہے؟ آزادی کے بعد سے کیا مسلمانوں نے اتنی بھی ترقی نہیں کی ہے کہ ان میں ایک بھی مسلمان ہوتا۔ ہندوستان کے پچاس بڑے صنعتکاروں اور ان کے اثاثوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

صنعت کار	اثاثے
ٹاٹا۔	8530.93 کروڑروپے
برلا۔	8473.35 کروڑروپے
ریلائنس	3600.27 کروڑروپے
تھاپر	2177.15 کروڑروپے
جے کے سنگھانیا	2139.00 کروڑروپے
لارسن اینڈ ٹوبرو	1681.52 کروڑروپے
مودی	1399.37 کروڑروپے
بجاج	1391.06 کروڑروپے
مفت لال	1343.55 کروڑروپے
ایم اے چدمبرم	1273.35 کروڑروپے
ہندوستان لیور	1209.46 کروڑروپے
یونائیڈ بریوریز	1189.24 کروڑروپے
ٹی وی ایس آئنگر	1177.10 کروڑروپے
آئی ٹی سی	965.13 کروڑروپے
شری رام	933.93 کروڑروپے
اے سی سی	902.72 کروڑروپے
اوسوال ایگرو	870.34 کروڑروپے
مہندرا اینڈ مہندرا	773.55 کروڑروپے
ایشار	756.49 کروڑروپے
کرلوسکر	735.51 کروڑروپے
والچند	704.02 کروڑروپے
بنگور	698.93 کروڑروپے
گوئنکا	670.98 کروڑروپے
کستور بھائی لال بھائی	620.23 کروڑروپے
ایسکورٹس	614.40 کروڑروپے
گودریج	600.36 کروڑروپے
آئی سی آئی	595.69 کروڑروپے
اشوک لے لینڈ	569.98 کروڑروپے
میکنائل اینڈ میگرز	480.61 کروڑروپے
گروارے	470.17 کروڑروپے
مروگیا چٹیار	467.03 کروڑروپے
بھیونڈی والا اے ایچ	409.17 کروڑروپے
ڈنلپ	405.88 کروڑروپے
نوروزجی واڈیا	404.40 کروڑروپے
کھٹاؤ (بمبئی)	387.69 کروڑروپے
سمبین	386.89 کروڑروپے
سارا بھائی	384.46 کروڑروپے
شاہ ویلیس	375.63 کروڑروپے
آئی ایم ایف	374.77 کروڑروپے
چوگلے	364.90 کروڑروپے
رونق سنگھ	345.17 کروڑروپے
اوبرائے ایم ایس	320.93 کروڑروپے
لوہیا مشین	320.55 کروڑروپے
فلپس	308.54 کروڑروپے
ٹاٹاٹی	303.19 کروڑروپے
مدورا کوٹس	300.70 کروڑروپے
نائیڈو جی وی	291.13 کروڑروپے
ہیروسائیکلز	281.78 کروڑروپے
بھارت فورگ	277.67 کروڑروپے
وی رام کرشنا	271.24 کروڑروپے

(ماخذ: راجیہ سبھا میں محمد افضل کے ایک سوال کے جواب میں وزیر قانون ہنس بھاردواج کے جواب سے)

بقیہ: فقہی سوال اور ان کے جواب

کیا اسے طلاق دینا مجھ پر واجب ہے یا میں اسے کوئی ایسا واقعہ سمجھ لوں جو ہوا ہی نہیں تھا۔

جواب: اگرچہ مذکورہ خاتون کے قبول اسلام سے متعلق تفاصیل سوال میں نہیں دی گئی ہیں یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ کسی مفتی نے بغیر اس عورت کو دیکھے اور اس سے گفتگو کئے بغیر دستخط اور مہرشدہ سرٹیفکٹ جاری کردیا۔ یہ بات تو سمجھ میں آسکتی تھی کہ مفتی نے اس عورت کی جانب سے ترجمان پر اعتماد کرلیا لیکن دوسرے سرٹیفکٹ کا حوالہ اس پورے معاملے کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ شادی کے معاملے میں فریقین کی دلچسپی اور سنجیدگی کے باوجود دونوں دو الگ الگ وقفوں میں مختصر مدت کے لئے ہی ساتھ کیوں رہے۔ جب آپ نے شادی کے موضوع پر گفتگو کی تو اس وقت کیا طے پایا تھا اسے قائم رکھنا مقصود تھا۔ کیا اسے دوبارہ واپس آکر یہاں آپ کے ساتھ رہنا منظور تھا۔ یہ سب کیوں نہیں۔ پورے واقعہ میں جابجا جھول ہیں۔

اپنی نیت ومقصد کو آپ نے بالکل واضح نہیں کیا ہے تاہم جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اور ایک عورت میاں بیوی کی طرح شادی کی رسوم ادا کئے بغیر کچھ عرصہ تک ساتھ رہے۔ شادی کے سلسلے میں آپ کے پاس صرف ایک کاغذ ہے جس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ آپ نے شادی کے سرٹیفکٹ پر دستخط اور سیل غائب دیکھ کر بھی کسی شک کا اظہار نہیں کیا جب کہ آپ یہ سوال خود سے کرسکتے تھے کہ کسی رسم کی ادائگی کے بغیر مفتی کیونکر یہ سرٹیفکٹ دیدے گا۔

جو کچھ آپ نے کیا اس کا مواخذہ تو میں یہاں نہیں کروں گا لیکن آپ کی فراہم کردہ اطلاعات کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ شادی ہوئی ہی نہیں کیونکہ شادی کے بنیادی مطالبے ہی پورے نہیں ہوئے تھے۔ مثلاً فریقین یا ان کے نمائندوں کی آمادگی۔ اگر مفتی نام کا کوئی شخص وہاں تھا تو ایک غیر ملک میں مقیم ہونے کے ناطے وہی عورت کا والی وسرپرست تھا۔ پھر وہ دو گواہوں کے سامنے دونوں کے درمیان ایجاب وقبول کرواتا۔ لیکن اس میں سے کوئی بات بھی پوری نہیں کی گئی۔

تاہم آپ دونوں نے غلطی سے اسی کو اصل شادی سمجھ لیا اور اس کے تقاضے پورے کرنے لگے۔ ایسی صورت میں عورت کو طلاق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ جو کچھ آپ دونوں کے درمیان ہوا وہ غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔ اسے زنا سے تعبیر نہیں کیا جائے گا۔ ایسے معاملات میں کوئی فتویٰ ہم نہیں دیتے بلکہ معاملہ کو اللہ کے حوالے کردیتے ہیں۔ جو نیتوں کو جاننے والا اور غفور الرحیم ہے۔

اس حالت میں کسی طلاق نامے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر عورت چاہے تو عدت گزار کر دوسری شادی کرسکتی ہے۔ اپ اس کو اس صورت حال سے آگاہ کرسکتے ہیں۔

بی جے پی اور شیو سینا کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت

ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بدشگونی سے کم نہیں ہے

تحریر: خالد ال مینا (عرب نیوز)

یہ کالم ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل سے متعلق مسلم و غیر مسلم دانشوروں کے مضامین کے لیے وقف ہے۔ اس میں مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے دانشوروں کے مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ ان مضامین میں پیش کردہ نقطہ نظر سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ایڈیٹر)

مہاراشٹر کے حالیہ انتخاب میں کامیاب ہونے والی دائیں بازو کی پارٹیوں کے اتحاد نے ریاستی مرکز کا نام بدل کر ممبئی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعظم کی کانگریس (آئی) پارٹی کے اس اتحاد کے ہاتھوں شکست فاش کے بعد دہشت پسند شیو سینا نے ہندو احیاء پرست پارٹی جنتا پارٹی کی مدد سے ریاستی حکومت کی تشکیل کی ہے۔

ریاست کے نئے وزیر اعظم منوہر جوشی نے بھی اعلان کیا ہے کہ اورنگ آباد اور عثمان آباد کے نام بھی بدل کر بالترتیب سمبھاجی نگر اور دھرا شو رکھ دیے جائیں۔

جلتی پر تیل چھڑکتے ہوئے شیو سینا کے لیڈر بال ٹھاکرے نے اپنی نو تشکیل شدہ حکومت کو سب سے پہلا کام یہ سونپا ہے کہ غیر ملکی دراندازکہ کر مسلمانوں کو ملک سے نکال باہر کریں۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایسے بیالیس ہزار افراد کی ایک فہرست تیار کی ہے اور اس پر 38000 پولس نوجوانوں پر مشتمل کمک کو تعینات کیا جو زیادہ تر شیو سینا کے ہی ممبر ہیں۔ اڈولف ہٹلر کے بزعم خود پرستار بال ٹھاکرے نے مسلمانوں کا یہودیوں سے موازنہ کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر کیا کہ بہت سے یہودیوں کو گیس چیمبر میں رکھ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بی جے پی یہودیوں کے صفائے کے لئے اختیار کردہ حربے کو مسلمانوں پر استعمال کرنا چاہتی ہے۔ جیسا کہ ہندوستان کے داخلی امور کے ایک مبصر کا خیال ہے یہ باتیں ملک کے مستقبل کے لئے بدشگونی سے کم نہیں کیونکہ یہ دونوں پارٹیاں ایسے معاملات کو ابھار رہی ہیں جس سے تفریق کے علاوہ اور کچھ نہیں ہونے
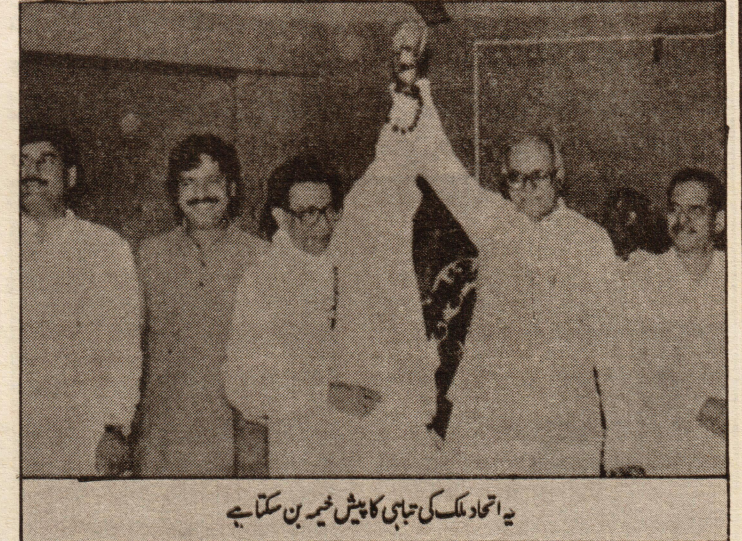
یہ اتحاد ملک کی تباہی کا پیش خیمہ بن سکتا ہے

والا ہے۔

مہاراشٹر میں ایسے فسادات پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے جس کے آگے بھاگلپور محض تفریح لگے۔ بال ٹھاکرے کے پروردہ عناصر کی حرکات وسکنات اور نام نہاد غیر ملکی مسلمانوں کی موجودگی کے شوشے سے اندازہ ہوتا ہے کہ برے دن اب دور نہیں۔

مسلمانوں کی قسمت کی فکر کرنے سے زیادہ انہیں اپنا ووٹ بینک بنانے میں کوشاں کانگریس کی طرف سے بے نیازی نے فرقہ وارانہ صورت حال کو مزید سنگین بنا دیا ہے۔ فرقہ واریت، کشیدگی، بڑھتی ہوئی عداوت اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو بھڑکانے کی رپورٹوں پر کانگریسی حکام نے کبھی کان نہیں دھرا۔ یہاں تک کہ جب ہندوستان کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا اس وقت بھی کانگریس نے انتہائی بے عملی و نا اہلی کا ثبوت دیا۔ ہر اعتبار سے نرسمہا راؤ کی حکومت کے ایماء پر بابری مسجد کی مسماری اور ملک و بیرون ملک کے ہندوؤں کی طرف سے فتح کا جشن منالینے کے بعد بھی فرقہ پرستوں کے ارمان پورے نہیں ہوئے۔ ان کی فہرست میں دو درجن سے زائد مسجدیں ایسی ہیں جن کا انہدام باقی ہے۔ سادہ لوح ہندوستانی عوام کے سامنے ہندوؤں کو درپیش خطرات کا ہوا کھڑا کیا جاتا ہے اور حکومت ہے کہ بی جے پی کو خوش رکھنے کی کوشش میں اس سنگین صورتحال کا ذرا بھی احساس نہیں کر رہی ہے جس سے ملک کی سالمیت پارہ پارہ ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں پلیگ کی وبا کی طرح فرقہ واریت اب دیہی علاقوں میں اس طرح اپنے پنجے گاڑ رہی ہے کہ پڑوسی پڑوسی کا اور دوست دوست کا دشمن ہوتا جا رہا ہے شہروں سے بھیجے گئے بی جے پی کے گرگے بھولے بھالے دیہاتیوں کے ذہن کو یہ کہہ کر بگاڑ رہے ہیں کہ مسجد ایک مینار پاکستانی راکٹ سے کم نہیں ہے۔

مہاراشٹر اور گجرات میں مسلم مخالف رجحان کو پروان چڑھانے کا نتیجہ مسلمانوں کے ہالوکاسٹ کی صورت میں سامنے آئے گا۔ ٹھاکرے اس ارادے سے باز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ انہوں نے پہلے ہی مسلمانوں کو یہودی قرار دیا ہے۔ شیو سینا کے اس لیڈر نے اپنے اوپر لگائے گئے ان الزامات کی کبھی تردید نہیں کی بمبئی کے مسلم مخالف پروگراموں میں انہوں نے سرگرم حصہ لیا ہے جس کے تحت بابری مسجد کے انہدام کے بعد فرقہ وارانہ فسادات میں ہزاروں مسلمانوں کی جانیں چلی گئیں۔ کیشو بھائی پٹیل کی قیادت میں گجرات کی بی جے پی حکومت جو دو تہائی اکثریت سے اقتدار میں آئی ہے وہ بھی اپنے بازو پھڑکانے لگی ہے۔ آر ایس ایس بی جے پی اتحاد گجرات کے قابل ذکر مسلمانوں کے تہذیبی اور اقتصادی مرکز پر اپنی نگاہیں جمارکھی ہیں۔ جن لوگوں کو نشانہ بنانا مقصود ہے ان کی فہرست تیار ہو رہی ہے اور اس مقصد سے ایک غیر گجراتی یعنی خود لال کرشن اڈوانی منتخب ہوئے جو سندھی ہیں۔ پاکستان سے ملنے والی رن کچھ کی سرحد پر گجراتی مسلمانوں کو پریشان کیا جانے لگا ہے اور کئی مسلمانوں کو اپنے ٹھکانے چھوڑنے کا حکم بھی مل چکا ہے جب کہ کانگریس اور نرسمہا راؤ پر لعنت بھیجتے ہوئے خود مسلمانوں نے ہی بی جے پی کو ووٹ دئے تھے۔

> پاکستان سے ملنے والی رن کچھ کی سرحد پر گجراتی مسلمانوں کو پریشان کیا جانے لگا ہے اور کئی مسلمانوں کو پریشان کیا جانے لگا ہے اور کئی مسلمانوں کو اپنے ٹھکانے چھوڑنے کا حکم بھی مل چکا ہے جب کہ کانگریس اور نرسمہا راؤ پر لعنت بھیجتے ہوئے خود مسلمانوں نے ہی بی جے پی کو ووٹ دئے تھے۔

بی جے پی کو ووٹ دیکر مسلمانوں نے کچھ اطمینان کا سانس لیا تھا اور امید کی تھی کہ ان کے حالات بہتر ہوں گے لیکن یہاں کے مسلمان پھر اس خوف سے کانپ رہے ہیں کہ 1969 کے احمد آباد کے فرقہ وارانہ فسادات کی یاد پھر تازہ نہ کی جائے نا اور فرقہ واریت کا لاوا ہے کہ پک رہا ہے۔ ابھی ہولی کے تیوہار کے دوران سات مسلمان ہلاک کردیئے گئے تھے۔ اس بے مثال جمہوریت پر کسی کو بھی حیرت ہوگی کہ ریاست کی نصف آبادی کی انتخابات میں کوئی نمائندگی ہی نہیں ہے کیونکہ نہ تو کوئی مسلمان منتخب ہوا اور نہ کوئی عورت۔

تاہم بعض ہندوستانی مسلمانوں کا کہنا ہے کہ کانگریس کو قصوروار ٹھہرانا مناسب نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں نے خود ہندوستانی سیاست کے منظر نامہ کو بدلنا نہیں چاہا۔ تاہم ایمانداری کی بات یہ ہے کہ جزوی طور پر ان کو قصوروار گردانا جاسکتا ہے لیکن گاندھیائی آدرشوں میں یقین رکھنے والی جمہوری ریاسی کے سفاکیت پر اتر آنے سے انہیں صدمہ ضرور پہنچا ہے۔

ایک طرف مہاراشٹر اور گجرات فتنہ وفساد کا مرکز بنے ہوئے ہیں تو دوسری جانب آندھرا پردیش بھی جہاں مسلمانوں نے این ٹی راما راؤ کو تھوک میں اپنے ووٹ دیدیے تھے خونی تصادم کی طرف قدم بڑھاتا نظر آرہا ہے۔ اور ایسے صوبوں کی فہرست طویل ہوتی ہی جارہی ہے۔

اور نہ ہی یہ پسند کرتے ہیں وحشیانہ ہجوم کا حصہ بن جائیں۔ بی جے پی اور شیو سینا کا کارواں ہندوستان کے قصبوں اور قریوں کا دورہ کرتے ہوئے عقل وہوش کے ناخن بالکل نہیں لے رہا ہے کئی سیاستدانوں کا کہنا ہے کہ فرقہ وارانہ طاقتوں کی حکومتوں کی طرف سے غیر عاقلانہ اور تاریخی اعتبار سے ناقابل تردید حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کو ہرگز گوارہ نہیں کیا جائے گا۔ لوگوں کو ایک ہی ملک کے صوبوں کے درمیان سفر کے حق سے محرومی اور ریاستی دہشت گردی کا بیج بونا ہندوستانی جمہوریت کی صریح خلاف ورزی ہے۔

جن لوگوں کی ہندوستانی سیاست کے منظر نامہ پر نگاہ ہے ان کا خیال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نظریاتی منافقت اور فسطائیت پر ایک دن سنجیدہ فکر کی فتح ہو ورنہ برباد تو ہونا ہی ہے۔

بقیہ: بے نظیر کا دورہ امریکہ

سلسلے میں فراہم شدہ مواد کا جائزہ لینے کے بعد یہ اعتراف کیا کہ پاکستان پنجاب کے خوشاب میں ایک نیا ری ایکٹر بنا رہا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ری ایکٹر صرف تجرباتی مقصد کے لئے ہے۔ پلوٹونیم فراہم کرنے کا ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ پاکستان اپنے نیوکلیئر پروگرام سے باز نہیں آئے گا کیونکہ ہندوستان بھی اپنے نیوکلیر پروگرام پر کاربند ہے اور اس نے بیلسٹک میزائیل بھی بنالیا ہے۔

دوسری طرف امریکی محکمہ خفیہ کے افسران کا کہنا ہے کہ پاکستان کے پاس پہلے سے ہی دس نیوکلیر ہتھیار ہیں جنہیں اس نے چینی ساخت پر تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ چھوٹے اور پلوٹونیم پر مبنی مزید ہتھیار بنا سکتا ہے جو بیلسٹک میزائیل میں فٹ ہوسکتے ہیں۔ بہر حال اس مسئلے پر بے نظیر بھٹو امریکہ کو مطمئن کرنے میں ناکام رہیں۔

کشمیر کے مسئلہ پر بھی بل کلنٹن نے ایسی پالیسی اختیار کی ہے جو عین اس کی معاشی پالیسی کے مطابق ہے۔ ادھر امریکہ کے ہندوستان سے معاشی تعلقات ایسے ہی بڑھے ہیں جیسے چین وغیرہ سے ہیں۔ اتنی بڑی مارکیٹ امریکہ کھونا نہیں چاہتا۔ ادھر پاکستان کو بھی بالکلیہ نظر انداز نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ بے نظیر کی اپیل پر بل کلنٹن نے کشمیر کے مسئلے پر ثالثی کا رول ادا کرنے کی بات تو کی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ دونوں پارٹیاں اس کے لئے آمادہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان کسی بھی ملک کے ثالثی رول کے خلاف ہے۔ اس طرح گویا امریکہ نے اس نازک مسئلہ پر دونوں ملکوں کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔

بے نظیر کے دورے سے قبل، اس کے دوران اور بعد میں بھی ان پر اپوزیشن نے طرح طرح کے الزامات لگائے ہیں۔ مثلاً اپوزیشن نے ان کے دورہ امریکہ کو بالکلیہ ناکام بتایا ہے۔ اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف ان کے بیانات اور اس ضمن میں امریکی امداد کی درخواست پر کافی ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے ایسے بیانات کی مدد سے ممکن ہے بے نظیر کو مغرب سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو۔ مگر اپنے ملک میں ان کی پہلے ہی سے گری ہوئی مقبولیت کا گراف اور بھی نیچے چلا جائے گا۔ پاکستان میں پہلے ہی امریکہ مخالف جذبات بڑے شدید ہیں۔ اب یہ بے نظیر کے خلاف بھی اتنے ہی شدید ہو جائیں گے کیونکہ انہوں نے خود کو امریکہ کی جھولی میں ڈال دیا ہے۔

بقیہ :- اسلام کا نظریہ جنس

رجحان کی حمایت میں انہوں نے عورتوں کے ختنے کے رواج کی مثال پیش کی ہے اور صدیوں پہلے اتنے نازک مقام کی جراحی کے فن کی ترقی پر انگشت بدنداں ہیں۔ کیا برصغیر میں عورتوں کے ختنے کی کوئی مثال صدر اسلام سے آج تک موصوف کے سامنے آئی ہے۔ کلفی اندام نہانی کے ختنے کی نوعیت وضرورت کو صحرائی اور استوائی آب وہوا کے تناظر میں دیکھنا زیادہ موزوں ہوگا۔

داعیہ جنس کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام میں شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو نفل روزے رکھنے کی ممانعت کے ضمن میں صفحہ 261 پر لکھا گیا ہے۔

"روزہ فرض ہو کہ نفل اس کا وقفہ طلوع فجر سے سورج ڈوبنے تک ہے۔ اس کے بعد رات کا پورا وقت ہے جس میں شوہر بیوی سے مباشرت کرسکتا ہے اور اس سے ہر طرح سے جنسی لطف وتسکین حاصل کرسکتا ہے۔ رمضان کی راتوں میں بھی اس کی پوری اجازت ہے۔ لیکن رسول خدا صلعم نے رمضان کے علاوہ عام دنوں میں دن کے بارہ چودہ گھنٹے کے وقفے کو بھی جنسی تسکین کی محرومی کے ساتھ گوارہ نہ کیا اور نفلی عبادات کے مقابلے میں آپ نے جنسی تسکین کو قابل ترجیح قرار دیا"

اس طرح کی تعمیمات کی خرابی یہ ہوتی ہے کہ وہ آسان طلب ذہنوں کو وسوسوں میں مبتلا کر سکتی ہیں۔ جہاں تک معتبر ماخذ سے معلومات کی فراہمی کا تعلق ہے مصنف نے خاصی عرق ریزی کی ہے لیکن جا بجا بہتر متبادل نہ استعمال کرکے اور بے جا طوالت سے انداز بیان کو بوجھل بنا دیا گیا ہے۔ اگر اس جانب توجہ کرلی جاتی تو اس کتاب کے مطالعے کی ہر بالغ طبقہ قارئین کو دعوت دی جاسکتی تھی۔

"اسلام کا نظریہ جنس"

مولانا سلطان احمد اصلاحی — ادارہ علم وادب

4/1130 حالی نگر (سول لائنس) علیگڑھ

صفحات 372 — قیمت 120 روپے

راؤ حکومت نے شیو سینا کے خلاف قانونی قدم نہ اٹھایا تو

بال ٹھاکرے ملک کے سیکولر نظام کو یرغمال بنالیں گے

تحریر ..... پرفل بدوائی

معاصر صحافت کے اس کالم میں ہم مسلم معاملات، سیاسی حالات اور دوسرے اہم موضوعات پر معروف اہل قلم اور صحافیوں کے مضامین شائع کرتے ہیں۔ یہ مضامین ہم مختلف قومی اخبارات سے منتخب کرتے ہیں ان کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ قارئین دوسرے اخبارات کے قلم کاروں کے نظریات و خیالات سے واقف ہو سکیں اور یہ جان سکیں کہ دوسری زبانوں کے اخبارات مذکورہ معاملات پر کیا موقف اختیار کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

پچھلے دنوں مسٹر نرسمہا راؤ نے حیدرآباد میں بال ٹھاکرے کی مسلم مخالف زہر افشانیوں پر تنقید کرتے ہوئے ان سے سیاسی سطح پر نمٹنے کے لئے ایک پروگرام وضع کرنے کا وعدہ کیا۔ فرقہ واریت کا سد باب کرنے کے سلسلے میں مسٹر راو کا گذشتہ ریکارڈ ہمیں یہ یقین دلانے میں ناکام رہا ہے کہ وہ شیوسینا کی غارت گری سے نبرد آزمائی کے لئے کوئی سیاسی اقدام کریں گے۔ لیکن غیر ملکیوں کا سراغ لگانے کی غرض سے باقاعدہ جنگی پیمانے پر مہم چلانے کے لئے وزیر اعلیٰ منوہر جوشی کی طرف سے پولیس کو جاری کردہ احکامات، مبہم اور نامعلوم سمت سے ٹیلی فون کال کے رد عمل میں پورے فرقہ کا صفایا کرنے کی بال ٹھاکرے کی دھمکی اور شیو سینا کی بدیسی مخالف مہم میں بی جے پی کی معاونت کے عملی مظاہرے کے بعد کم از کم ابتدائی قانونی اقدامات ضروری ہو گئے ہیں۔

بمبئی کی فضا انتقام اور نفرت کے احساس سے مکدر ہے یہاں ایک فرد کی مبینہ غلطی کے لئے پورے فرقہ کا خون سستا سمجھا جارہا ہے اور "اغیار" "خارجی عناصر" اور "غیر ملکی" کے ناموں سے لوگوں کو دہشت کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ شیو سینا کی شاخوں کے سربراہوں کا پورے کے پورے علاقوں کو اپنے قبضہ میں لینے کا خواب پولس کی اسپیشل برانچ (یونٹ 1) کے ایماء پر کام کرنے والی نگراں کمیٹیوں کی صورت میں شرمندہ تعبیر ہو رہا ہے۔ مغربی بنگال کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنے اور انٹوپ ہل، ماہم اور گورے گاؤں کی عرصہ دراز سے قائم قدیم بستیوں میں رہنے والے لوگوں کو خوف زدہ کئے جانے کی پریشان کن خبریں برابر موصول ہو رہی ہیں۔ ایسے معصوم شہری جنہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہو کہ انہیں اپنی شہریت کی سند پیش کرنی ہوگی جو عموماً لوگوں کے پاس ہوتی بھی نہیں اور نہ ہی قانونی طور پر ان سے اس کی توقع کی جاتی ہے انہیں اچانک پکڑ کر ایسے ثبوت نہ دینے کے جرم میں ہراساں کیا جاتا ہے۔ اسپیشل برانچ انہیں بے عزت کر کے حوالات میں بند کر دیتی ہے۔ وزیر اعلیٰ منوہر جوشی کی نظر میں پاکستانی قرار پانے والے نیپالی مزدور جنہیں اس ملک میں بغیر پاسپورٹ کے رہنے اور کام کرنے کی قانونی اجازت حاصل ہے سب سے زیادہ اسپیشل برانچ کے مظالم

> بمبئی کی فضا انتقام اور نفرت کے احساس سے مکدر ہے یہاں ایک فرد کی مبینہ غلطی کے لئے پورے فرقہ کا خون سستا سمجھا جارہا ہے اور "اغیار" "خارجی عناصر" اور "غیر ملکی" کے ناموں سے لوگوں کو دہشت کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس بات کے وافر ثبوت موجود ہیں کہ رجسٹریشن آف فارنرز ایکٹ مجریہ 1939 فارنرز ایکٹ مجریہ 1946 اور فارنرز آرڈر مجریہ 1948 کی بری طرح خلاف ورزی کی جارہی ہے۔ یہ ہزاروں شہریوں کے بنیادی حقوق کی پامالی ہے۔ اس کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ 1982 سے آج تک اسپیشل برانچ نے 5549 بنگالی بولنے والوں کو صوبے سے باہر کیا ہے جس میں سے 115 بنگالی گذشتہ ماہ ہی نکالے گئے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے یہ طرز عمل انتہائی خطرناک ہے کیونکہ اس سے فرقہ واریت اور اقلیتوں پر ظلم و زیادتی کا قانونی جواز فراہم ہوتا ہے

شیو سینا اور بی جے پی کی نام نہاد غیر ملکی مخالف مشترک مہم کی حیثیت 1980 کی دہائی کی آسام تحریک جیسی ہی ہے جس کا رخ مخصوص فرقوں کی طرف تھا۔ درحقیقت شیو سینا اگر کسی کی حمایت اور ان کے سامنے جبیں سائی کرتی ہے تو وہ ہیں مخصوص قسم کے غیر ملکی یعنی ایک تو گورے اور دوسرے غیر مقیم ہندوستانی۔ اصل نشانہ تو ہم جیسے غیر ملکی اور بنگلہ دیش نیپال اور پاکستان کے غریب لوگ ہیں۔ شیو سینا۔ بی جے پی برادری مذہب کی بنیاد پر غیر ملکیوں میں غلط تفریق کر رہی ہے جو ایک گروہ کو تو پناہ گزیں، اور دوسرے کو درانداز یا گھس پیٹھیا قرار دیتی ہے۔

غیر ملکیوں کو پکڑنے اور انہیں باہر نکالنے کی منطق بھی کم ظالمانہ نہیں ہے یہ وہی منطق ہے جس پر عمل کرتے ہوئے اے آر انتولے نے 1981 میں موسلا دھار بارش میں غریبوں کی جھونپڑیاں مسمار کر دینے اور ان کے مکینوں کو بسوں میں ٹھونس کر ان مقامات پر چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا جہاں سے وہ آئے تھے۔ راقم السطور اس منطق کے عملی مظاہرے کا چشم دید گواہ ہے۔ بال ٹھاکرے اسی منطق کی توسیع کر رہے ہیں۔

ٹاڈا کی طرح فارنرز ایکٹ مجریہ 1946 کا پورا عتاب ملزم پر ہے اور غیر ذمہ دار افسران کو دو اعتبارات سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور یہ ٹاڈا سے بھی بدتر ہے جو کم از کم حراست اور اس کی مدت میں توسیع کے معاملات کی چھان بین کو لازمی قرار دیتا ہے اور ملزم کو اسے حراست میں لینے کے اسباب سے آگاہ کرنے کے حق میں ہے۔ فارنرز ایکٹ ان لوازم سے بے نیاز ہے اور اس کا نفاذ بے رحمانہ طریقے سے کیا جاسکتا ہے۔ شکایت کے ذرائع، ثبوت کی نوعیت یا مدعا علیہ کی سماعت سے متعلق بمبئی پولیس کو متعلقہ ضروری ہدایات نہیں دی گئی ہیں۔

فارنرز ایکٹ کو فوراً مسترد کرتے ہوئے اس کے تحت مہاراشٹر حکومت کو دیئے گئے اختیارات کو فوراً واپس لیا جانا چاہئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مرکز ایسا کرنے کی بہتر حالت میں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ دستور کی رو سے متعلقہ موضوع یونین لسٹ میں آتا ہے۔ دوران جنگ اور فوراً بعد از جنگ کے حالات کو سلجھانے کے لئے 1939 اور 1946 میں وضع کردہ قوانین کے تحت یہ اختیار صرف مرکز کو حاصل تھا۔ مرکز نے یہ اختیارات سہولت کے پیش نظر نہ کہ قانونی ضرورت کے تحت صوبوں کو منتقل کر دئے۔ لہذا مرکز نے جو اختیار صوبوں کو دیے تھے انہیں واپس لے سکتا ہے۔

ہندوستان کا قانون اپنی جگہ لیکن مہاراشٹر پر اب ہماری حکومت ہے۔ ۔ ۔ ۔ بال ٹھاکرے

مہاراشٹر کے معاملے میں اس اقدام کی ضرورت کے اسباب بہت زیادہ قوی ہیں حکومت کی سرپرستی میں دکھشا سمیتوں کی طرف سے چلائی جانے والی پکڑ دھکڑ کی مہم قانون کی دفعات 19، 21، اور 14 کے تحت قانونی طریقہ کار بنیادی حقوق، قدرتی انصاف اور مہذب نظام عدل کا مذاق اڑا رہا ہے۔ مرکز نے امریکی سفارت خانے کے اشارے پر اڑیسہ میں نو غیر ملکی مشنریوں کی طرف سے محض مداخلت کی ہے۔ اسے بنگلہ دیشیوں اور اس سے بڑھ کر ہمارے اپنے شہریوں کے معاملے میں دوہرا معیار برتنے کا ثبوت نہیں دینا چاہئے۔

اس بحث کا مطلب یہ نہیں کہ غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہونے والوں کو پکڑنے اور انہیں باہر نکالنے کا کوئی قانون موجود نہیں ہونا چاہئے۔ غیر قانونی تارکین وطن کو روکنا ہے تو سیکورٹی فورس اور دیگر حساس اداروں کی کارکردگی کو فوراً درست کرنے کی ضرورت ہے جہاں بد عنوانی کا دور دورہ ہے۔ ہمیں اسے فارنرڈ ایکٹ کی ضرورت ہے جو معقول ہو اپنے طریقہ کار اور ثبوت کے مطالبے میں انصاف پسند ہو۔

ایک نیا قانون وضع کرنے کی سیاسی ضرورت بھی ہے اور اخلاقی بھی۔ مسٹر ٹھاکرے نے نہ صرف امن پسند شہریوں کی ایک بڑی تعداد کو عدم تحفظ کے احساس سے دوچار کر دیا ہے بلکہ یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ ان کی جیب میں ایک ایسا پتا ہے جسے وہ وقت ضرورت بار بار استعمال کر سکتے ہیں اور جو ان کے لئے ایسے آخری حربے کی حیثیت رکھتا ہے کہ وہ جب چاہیں اس کے بل بوتے پر پورے نظام کو یرغمال بنالیں۔ جب تک کوئی انہیں فساد اور بلوہ سے متعلق قانون (RiotAct) کا مفہوم اچھی طرح سمجھانے کی جسارت نہیں کرتا وہ فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دینے والے سیاسی کھلاڑی بنے رہیں گے۔

جس طرح 1993 کے اوائل میں شرد پوار نے بال ٹھاکرے کے معاملے میں ڈھیل برتی تھی اگر وہی رویہ مسٹر راؤ بھی اختیار کریں گے تو ٹھاکرے اپنے فرقہ وارانہ منصوبے کو کافی آگے بڑھانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر انہیں راستے ہی میں روک دیا جائے گا تو سیاسی نظام یہ ثبوت دے سکے گا کہ وہ آج بھی رد عمل کی تاریک قوتوں کے آگے سینہ سپر ہونے کی سکت رکھتا ہے۔

مسلمانوں کو اشوک سنگھل کی دھمکی

وشو ہندو پریشد کے لیڈر اشوک سنگھل نے پھر انگڑائی لی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو دھمکی دی ہے کہ وہ کاشی اور متھرا کے مندروں کو ہندوؤں کو سونپ دیں ورنہ ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو بابری مسجد کا ہوگا۔ مذکورہ دونوں مقامات پر مندر کی تعمیر کے لئے انہوں نے مرکزی حکومت اور بقول ان کے اسلامی کرن میں یقین رکھنے والی حکومتوں کو ہٹانے پر بھی زور دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندوتو وادی طاقتوں کو اقتدار میں آنا چاہئے۔ جس طرح مہاراشٹر میں شیو سینا برسر اقتدار آگئی ہے اسی طرح دوسری ریاستوں اور مرکز میں بھی شیو سینا اور بی جے پی کو حکومت بنانی چاہئے۔ کیونکہ بقول ان کے کرشن مندر اور کاشی مندر کی تعمیر کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ کاشی وفد کو اورنگ زیب نے توپ سے مسمار کروایا تھا اور اب یہی کام ہم کریں گے۔ یعنی وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ بن اس کی گیان واپی مسجد کو توپ سے مسمار کریں گے۔ ان کا کہنا ہے جس طرح بابری مسجد کے خلاف رتھ یاترائیں نکال کر ہم نے اس کو منہدم کر دیا اسی طرح کاشی اور متھرا کے مندروں کے لئے بھی رتھ یاترائیں نکالیں گی۔

یہ یاترائیں اکتوبر میں نکالی جائیں گی اور پورے ملک میں اس کے ذریعہ ہندوؤں کو بیدار کیا جائے گا۔ ایکا تمایگہ کے تحت سات بڑی یاترائیں، 85 اس سے چھوٹی یاترائیں 20 اکتوبر کو ناگپور کے پاس رام ٹیک کے مقام پر ختم ہوں گی۔ یاتراؤں کے دوران سادھو سنت گاؤں گاؤں جا کر ہندوؤں کو بتائیں گے کہ اسلامی کرن میں یقین رکھنے والی حکومتوں کو اکھاڑے بغیر مندر کی تعمیر ناممکن ہے

گویا وشو ہندو پریشد ملک میں ایک بار پھر فرقہ واریت کی آگ لگانے کے درپے ہے اور مرکزی حکومت جس نے اس کو ممنوعہ قرار دیا ہے خاموش بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ عجیب تماشہ ہے کہ پریشد پر پابندی بھی عائد ہے اور وہ ملک میں خون خرابہ کا ماحول تیار کرنے میں آزاد بھی ہے۔

مظلوم جماعت اسلامی کی حمایت میں

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

جماعت اسلامی کا خواب چرانے والوں اور مکروہ سیکولرزم کے حواریوں کے نام

دلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قریب دریائے جمنا کے کنارے مسلم آبادی کے عین قلب میں جہاں چند پرشکوہ عمارتیں اگتی ہوئی معلوم ہوتی ہوں اور نسبتاً وسیع وعریض قطع آراضی میں کچھ دبی دبی ویرانی کے عین قلب میں کوئی پرشکوہ زیر تعمیر مسجد دکھائی دے رہی ہو، جہاں گاہے بہ گاہے اسلامی نظام حیات کے قیام پر تقریریں بھی ہوجاتی ہوں اور دور دراز سے آئے ہوئے دو چار لوگ اسلامی انقلاب کے بجھے خوابوں پر کچھ مایوسی کے انداز میں تبصرہ کرلیتے ہوں تو سمجھ لیجئے کہ آپ جماعت اسلامی ہند کے مرکز میں پہنچ گئے ہیں۔ جی ہاں وہی جماعت اسلامی جس کے بانی مولانا ابوالاعلی مودودی کی تحریروں نے صدی کی چوتھی دہائی میں شکستہ دل لیکن درد مند اور مخلص مسلمانوں کو حکومت الہیہ کا ایک ایسا سحر انگیز نعرہ دیا تھا جس سے وقتی طور پر ہی ایسا لگتا تھا جیسے سقوط خلافت کی مایوسی کا ازالہ ہوگیا ہے اور اب امت کی سعید روحیں ایک نئے انقلاب کے لئے نہ صرف کمر بستہ ہیں بلکہ اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کے لئے آمادہ ہیں۔ اور واقعتاً دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا کہ حکومت الہیہ کا خواب رکھنے والے دیوانوں نے اس مقدس خواب کے لئے ایسی قربانیاں دیں اور تقریروں سے کہیں زیادہ مخلص عمل کی ایسی مثالیں بھی قائم کیں جنہیں یاد کر کے اب بھی ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ اس بحث سے قطع نظر کہ اسلام کی یہ سیاسی تعبیر اس کی اصل روح سے مطابقت رکھتی تھی یا نہیں، جماعت اسلامی کے سخت ترین مخالفین کے لئے بھی کارکنان جماعت کی بے مثال قربانیوں کو نظرانداز کردینا ممکن نہ رہا۔ غیروں کے کان کھڑے ہوئے، اپنوں نے لاکھ سمجھایا کہ حکومت الہیہ کا قیام ہندوستان کی سرزمین پر ناقابل عمل منصوبہ ہے۔ ہوش کی دوا لو، جنون کی باتیں بند کرو۔ لیکن اللہ کے یہ بندے اسلام کی محبت میں کچھ ایسے سرشار تھے کہ انہیں کبھی بھی کسی کی کوئی دلیل سمجھ میں نہ آئی اور سخت ترین مخالفت کے ماحول میں بھی انہوں نے اقامت دین یا حکومت الہیہ کے خواب کو اپنے آپ سے جدا نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ ہند وپاک کی جنگ میں جب ابالیان جماعت حکومت الہیہ کے علم بردار ہونے کی وجہ

سے ہندوستان کی سیکولر حکومت کے معتوب ہوئے۔ جب بھی انہوں نے منافقانہ سیکولرزم اور غیر اسلامی جمہوریت کو کھری کھری سنائی اور ہندوستان میں ایک نئی اسلامی صبح کی امید کا چراغ روشن کئے رکھا۔

جماعت کی ابتدائی سرگرمیوں سے یقیناً امت کو فائدہ پہنچا اور نقصان بھی۔ البتہ مثبت پہلوؤں میں جو چیز خاص طور پر اہم ہے وہ یہ کہ غلبۂ اسلام کا خواب نہ صرف یہ کہ زندہ رہا بلکہ دیوانوں کی ایک ایسی نسل بھی پیدا ہوگئی جو اسباب وعلل کے

فطری ہے۔ سحر انگیز ماضی رکھنے والی جماعت اسلامی کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ قربانیوں کے مظاہرے رفتہ رفتہ ماند پڑتے گئے۔ نظام کفر کا مقاطعہ اور غیر اسلامی نظام کے تئیں نفرت رفتہ رفتہ ختم ہوتی گئی۔ بے لوث قربانیوں کے نمونے رفتہ رفتہ دار فانی سے کوچ کرتے گئے۔ اور پھر جن لوگوں پر اس عظیم خواب کی ذمہ داری آپڑی وہ نہ تو اس کی واقعی عظمت سے واقف تھے اور نہ ہی انہیں کچھ اس مقدس فکری ورثے کا احساس تھا جو انہیں پہلی نسل کی رخصت کے بعد بڑی آسانی سے قدرتی طور

لوچ اور کم فہمی کا نام دے کر ایک نئے انداز سے جماعت کا کاروبار چلانے کی کوشش کی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اقامت دین کا علم بلند کرنے والی جماعت کے ہاتھ میں سیکولر ڈیموکریسی کا

مسلمانوں کا ہر ادارہ اور جماعت امت کو اندرونی قوت فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر ان میں کوئی تباہ ہوتا ہے یا کسی کا خواب چرالیا جاتا ہے تو یہ امت کے حق میں انتہائی خطرناک بات

> علی گڑھ ہو یا ندوہ، جماعت اسلامی ہو یا تبلیغی جماعت یہ سب کے سب امت کی امید کے مراکز ہیں۔ اگر یہ کمزور ہوتے ہیں تو امت کمزور ہوگی۔ نہ صرف یہ کہ ہمدردان جماعت کو بلکہ امت کے ہر فرد کو جماعت اسلامی کو اس انحراف سے بچانے کے لئے اپنی سی کوشش اور دعائیں تیز تر کردینی چاہیئے۔

جماعت اسلامی ہیڈ کوارٹر کیمپس کی زیر تعمیر شاندار مسجد

میزانئے میں اسلامی انقلاب کے امکانات دیکھنے کے بجائے محض اللہ کی نصرت کے بھروسے تن من دھن سے ایک نئی صبح کے قیام کے لئے کوشاں ہی۔ جس سے اسلامی انقلاب پر غور وفکر کا نہ صرف یہ کہ رواج رہا بلکہ امت کے اندر اس قسم کی گفتگو جاری رہنے کی وجہ سے باحوصلہ نوجوانوں کی ایک کھیپ بھی تیار ہوگئی۔ کسی خواب کا زندہ رہنا قوموں کی زندگی میں بذات خود اتنا بڑا کام ہے کہ جماعت اسلامی کے اسی کارنامے کو اگر شمار کیا جائے تو چند ہزار نفوس کی ایک مختصر سی جماعت کے لئے یہ ایک قابل ذکر کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے

لیکن بڑے خوابوں کے بھی کچھ مطالبات ہوتے ہیں کہ اگر انھیں مطلوبہ انداز سے برتا نہ گیا تو ان کا رفتہ رفتہ دیوانوں کے ہاتھ سے پھسل جانا

پر منتقل ہوگیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جلد ہی اقامت دین جیسی فرسودہ باتوں کا رواج اٹھ گیا، نظام کفر سے عدم تعاون "حماقت عظیم" معلوم ہونے لگی اور دین کے علم سے قدرے خالی انبیائی مشن کی صحیح قدر وقیمت سے ناواقف دوسری کھیپ کی ایک قابل ذکر تعداد کو ایسا لگا کہ جدید دنیا کی واقفیت صرف انہیں ہی ہے۔ رہے متقدمین تو ان سادہ لوحوں پر جمہوریت اور سیکولرزم کی صحیح شکل وصورت کبھی واضح ہی نہ ہوسکی۔ لہٰذا دیوانگی کے مظاہروں کو سادہ

مکروہ جھنڈا تھما دیا گیا۔ جس کے جلو میں جماعت کی چوٹی کے قائدین تھے اور جس کی قیادت پر وہ تمام لوگ فائز تھے جن کا دنیاوی اعتبار سے تو بڑا مرتبہ تھا لیکن دین کے اعتبار سے وہ امت کا حصہ بھی نہ تھے۔ دین سے دنیا کی طرف اس اچانک چھلانگ نے جماعت کے ہمدردوں اور متوسلین کے کان کھڑے کردیئے۔ لیکن تب جماعت پر پابندی تھی۔ کسی تنظیمی اجتماع کا نہ تو کوئی موقع تھا اور نہ ہی معتوب جماعت کے اندر کسی اختلافی یا نزاعی بحث کو شروع کرنا مناسب تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مخلصین جماعت اپنے کرب پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ لیکن اب جب جماعت ایک آزاد فضا میں آئندہ کا پروگرام مرتب کرنے جارہی ہے منزل کی اچانک تبدیلی سے ارکان جماعت کے ذہنوں میں کنفیوزن کی تیز آندھیاں چل رہی ہیں۔ بچے کھچے "السابقون الاولون" نے یا تو کنارہ کشی اختیار کرلی ہے یا اپنے استعفے پیش کردیئے ہیں۔ البتہ کچھ لوگ اب بھی

> خدارا اس امت پر رحم کیجئے، اس کی جھولی میں چند ہی تو لعل وگوہر ہیں۔ اگر آپ اسے بھی اڑا لے گئے تو ہمارے پاس رہ کیا جائے گا۔

جماعت کو اس کی اصل منزل کی طرف لے جانے کیلئے آخری کوششیں کررہے ہیں۔

ہندوستانی مسلمان اس وقت جن سخت حالات سے گزر رہے ہیں اور ہندو انتہا پرست تحریکیں جس تیزی سے اس ملک پر اپنی گرفت مضبوط کرتی جارہی ہیں ایسی صورت میں ہندوستانی

ہوگی۔ خاص طور پر جب امت کے اندر باضابطہ متحرک اداروں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہو، ایک ایسے ادارے کی تباہی جہاں چند افراد ہی سہی ہندوستان میں ایک نئی صبح کے قیام کے لئے کوشاں ہوں ایک ایسا خطرہ ہے جس کے سدباب کے لئے امت کے ہر فرد کو متفکر ہونا چاہیئے۔ علی گڑھ ہو یا ندوہ، جماعت اسلامی ہو یا تبلیغی جماعت یہ سب کے سب امت کی امیدوں کے مراکز ہیں۔ اگر یہ تباہ ہوتے ہیں تو امت کمزور ہوگی۔ نہ صرف یہ کہ ہمدردان جماعت کو بلکہ امت کے ہر فرد کو جماعت اسلامی کو اس انحراف سے بچانے کے لئے اپنی سی کوشش اور دعائیں تیز تر کردینی چاہیئے۔ رہے وہ لوگ جو ہندوستانی مسلمانوں کے ایک اہم ورثہ پر تکنیکی اعتبار سے قابض ہوکر اس کے کارواں کا رخ اقامت دین کے بجائے سیکولر ڈیموکریسی کے استحکام کی طرف موڑ دینا چاہتے ہیں، تو ان سے مودبانہ گزارش ہے کہ خدارا اس امت پر رحم کیجئے، اس کی جھولی میں چند ہی تو لعل وگہر ہیں۔ اگر آپ اسے بھی اڑا لے گئے تو ہمارے پاس رہ کیا جائے گا۔ اگر آپ کو سیکولرزم کے استحکام اور منافقانہ جمہوریت کے فروغ کا بہت شوق ہے تو ہندوستان میں بے شمار پارٹیوں کا منشور آپ کی آرزوؤں پر عین پورا اترے گا۔ پھر آپ کے لئے بہتر ہے کہ ایک ملی ادارے کا ہدف تبدیل کرنے کے بجائے ان پارٹیوں کی رکنیت اختیار کرلیں۔ اس طرح آپ کا شوق بھی پورا ہوجائے گا۔ اور اللہ کے نزدیک آپ ایک انقلابی جماعت کی تباہی کے الزام سے بھی بچ جائیں گے۔

فلپائن حکومت اسلام پسندوں سے خوفزدہ

فلپائن میں حکومت اور اسلام پسندوں کے درمیان ایک عرصہ سے کشمکش جاری ہے جس کے نتیجے میں کبھی کبھی خونیں ٹکراؤ بھی ہوجاتا ہے۔ حکومت کی طرف سے اسلام پسندوں پر قہر ٹوٹ رہا ہے اور انہیں گرفتار کر کے مظالم کی چکی میں پیسا جارہا ہے۔ مسلم انقلابیوں کو قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑ رہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اسلام پسندوں کی طاقت میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ جس سے فلپائنی حکومت بری طرح ہراساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام پسندوں پر سنگین الزامات بھی عائد کئے جارہے ہیں تاکہ ان کے خلاف کارروائی کرنے کا بہانہ مل سکے۔

حکومت جب ظلم وزیادتی کے بل بوتے پر ان لوگوں کو دبانے میں ناکام ہوگئی تو اس نے گفت وشنید کی پیشکش کی تاکہ گفتگو میں الجھا کر اسلام پسندوں کی طاقت توڑ دی جائے۔ لیکن سرگرم مسلمان اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جن سے سرکاری حلقوں میں انتقامی کارروائی کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ فلپائن کے وزیر داخلہ ریفل الونان کا کہنا ہے کہ شدت پسند ابوصیاف گروپ حکومت کے ساتھ مذاکرات کی شدومد سے مخالفت کررہا ہے ان کا کہنا ہے کہ یہی گروپ ایپل کے بازار میں حملہ کر کے پچاس افراد کو ہلاک کرنے کا ذمہ دار ہے جب کہ اس گروپ نے اس کی تردید کی ہے۔

ابوصیاف گروپ کے انکار کردینے پر الونان نے اس گروپ پر رمزی یوسف سے تعلقات کا الزام عائد کیا ہے۔

جنوبی فلپائن میں اسلام پسندوں کا زور تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ حکومت کو خطرہ لاحق ہے کہ وہ وہاں اسلامی نظام قائم کرلیں گے اس لئے ارباب اقتدار ابوصیاف گروپ پر رمزی یوسف سے تعلق کی بات کہہ کر بالواسطہ طور پر اسے پوپ جان پال کے قتل کی مبینہ سازش میں شریک باور کرانا چاہتے ہیں۔ حکومت کی کوشش اسلام پسندوں کا قلع قمع کرنے کی ہے۔ لیکن اسلام پسندوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو توڑ پانا اس کے لئے ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

مناسب رشتے

لڑکے

1۔ سنی سید خاندان کے میٹرک پاس لڑکے (عمر 30 سال) جس کی آمدنی معقول ہے معزز خاندان تعلیم یافتہ قد 172 سینٹی میٹر صاف رنگت کی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ دلی کے رشتوں کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 128A

2۔ اکسپورٹ بزنس میں لگے ہوئے مذہبی رجحان رکھنے والے ایم ایس سی انجینیرنگ ڈگری یافتہ خوبرو صحتمند اور خوبصورت اٹھائیس سالہ (قد 180 سینٹی میٹر) معزز خاندان کی تعلیم یافتہ اور خوبصورت اردو اور انگریزی روانی سے بولنے والی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ شادی جلد کرنی ہے۔ بشرط واپسی تصویر کے ہمراہ ضروری تفصیلات سے خواہش مند حضرات آگاہ فرمائیں۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 129A

3۔ صدیقی خاندان کے مذہبی رجحان کے حامل بی ٹیک ایم بی اے انڈسٹریل انجینیر اور ذاتی مکان وتجارت کے مالک 27 سالہ (قد 178 سینٹی میٹر) کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 130A

4۔ صدیقی خاندان کے 25 سالہ میرین آفیسر (قد 153 سینٹی میٹر) کے لئے جس کی تنخواہ کافی اونچی ہے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ تعلیم یافتہ اور مذہبی رجحان کی لڑکیوں کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 131A

5۔ بیرون ملک مقیم اکلوتے 34 سالہ (قد 168 سینٹی میٹر، کمپیوٹر پروگرامر، بی کام علیگ کے لئے نیوزی لینڈ میں سکونت اختیار کرنے کی خواہش مند لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے ذات وقوم کی کوئی شرط نہیں ہے۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 132A

6۔ خوبصورت سنی پٹھان (عمر 32 سال، قد 175 سینٹی میٹر جو سرکاری ادارے میں سینئیر انجینئر ہے خوبصورت گھریلو لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ جہیز کا کوئی مطالبہ نہیں رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر A 133

7۔ کنیڈین نژاد ہندوستانی کمپیوٹر سائنٹسٹ (عمر 24 سال، قد 169 سینٹی میٹر کے لئے تعلیم یافتہ گھریلو لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 134A

8۔ بھوپال میں مقیم ایم ٹیک کلاس 1 آفیسر (عمر 32 سال، قد 170 سینٹی میٹر کے لئے جس کی آمدنی نوہزار روپے ماہانہ ہے معزز خاندان کی کانونٹ کی تعلیم یافتہ مہذب خوبصورت اور ذہین لڑکی سے رشتہ درکار ہے رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 135A

9۔ جنوبی دہلی میں مقیم اسمارٹ، محنتی اور ذہین سنی مسلم لڑکے (عمر 27 سال، قد 172 سینٹی میٹر) کے لئے جو مختلف صنعتی سرگرمیوں سے متعلق تجارت کو خود دیکھتا ہے دہلی اور قریبی صوبے میں بڑی جائداد کا مالک ہے حسین، ذہین، نازک اندام، دراز قد، تعلیم یافتہ اور مذہبی رجحان کی لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے بشرط واپسی تصویر کے ہمراہ تمام تفصیلات سے آگاہ فرمائیں رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 136A

10۔ مذہبی خاندان کے چار عدد کی آمدنی والے پوسٹ گریجویٹ ذاتی روزگار سے وابستہ لڑکے (عمر 38 سال، 167 سینٹی میٹر) کے لئے تعلیم یافتہ اور خوبصورت لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 137A

11۔ خوبرو، 25 سالہ (قد 5 فٹ دس انچ) ایم بی بی ایس لڑکے کے لئے شیعہ مسلم ڈاکٹر لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکے کے والد مرکزی حکومت میں کلاس 1 آفیسر ہیں۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر A 138

12۔ سنی مسلم گریجویٹ (عمر 23 سال قد 170 سینٹی میٹر) دہلی میں ٹرانسپورٹ کا بزنس کرنے والے لڑکے کے لئے جس کی آمدنی پانچ عدد میں ہے، معزز خاندان کی دراز قد خوبصورت لڑکی سے رشتہ درکار ہے۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 139A

13۔ خوبرو، سنی مسلم، پوسٹ گریجویٹ (عمر 29 سال، قد 180 سینٹی میٹر) کے لئے جو اپنا انسٹی ٹیوٹ چلاتا ہے اور اس کے بھائی وکیل ہیں سنی خاندان کی موزوں لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے بشرط واپسی تصویر کے ہمراہ تفصیلات ارسال فرمائیں رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 140A

14۔ دہلی میں مقیم سرکاری ملازم انجینیرنگ ڈپلوما ہولڈر (عمر 27 سال قد 170 سینٹی میٹر کے لئے ترجیحا ملازمت پیشہ خوبصورت لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے بشرط واپسی تصویر اور تفصیلات روانہ کریں رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 141A

15۔ معزز سنی مسلم خاندان کی خوبصورت 25 سالہ (قد 155 سینٹی میٹر) کے لئے اور اسی خاندان کے 25 سالہ انجینئر (قد 158 سینٹی میٹر) کے لئے تعلیم یافتہ خوبصورت اور گھریلو لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 142A

16۔ مرکزی حکومت میں ملازم سنی سید علی گڑھ کے انجینیرنگ گریجویٹ (عمر 27 سال، قد 180 سینٹی میٹر) کے لئے موزوں لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 143A

17۔ دہلی میں ملازم سنی سید خاندان کے دو لڑکوں کے لئے (عمر وقد بالترتیب 26 سال قد 175 سینٹی میٹر اور 28 سال قد 180 سینٹی میٹر) کے لئے خوبصورت انجینیر یا ڈاکٹر لڑکیوں سے رشتہ مطلوب ہے۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 144A

18۔ بایو ٹیکنولوجی میں پی ایچ ڈی سائنٹسٹ کی حیثیت سے سات ہزار روپیہ کمانے والے شیعہ سید (نجیب الطرفین) لڑکے (عمر 32 سال، 5 فٹ 9 انچ) کے لئے خوبصورت اعلی تعلیم یافتہ شیعہ سید لڑکی سے رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکے کی زرعی آمدنی چھ ہزار روپیہ ماہوار الگ سے ہے اور یو ایس اے جانے کی کوشش میں ہے۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 145A

لڑکی کے لئے

21۔ معزز سنی سید تعلیم یافتہ خاندان کی سند یافتہ عالمہ (مساوی بی۔ اے) دین کی محنت سے منسلک، اردو، عربی، قرآن اور حدیث کی پابند لڑکی کے لئے سرکاری ملازمت پیشہ یا ذاتی بزنس رکھنے والے لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔ مغربی مہاراشٹر یا جنوبی گجرات کے رشتوں کو ترجیح دی جائے گی ملی ٹائمز باکس نمبر 148A

22۔ چھریرے بدن کی گوری رنگت والی (عمر 25 سال، قد 160 سینٹی میٹر) علی گڑھ کی تعلیم یافتہ کے لئے رشتہ مطلوب ہے صرف ترقی پسند اور روشن خیال خاندان کے افراد ہی مراسلت فرمائیں۔ رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 149A

23۔ خان برادی سے متعلق ایک بیس سالہ قبول صورت، خوب سیرت جامعہ الصالحات رام پور سے عالمہ فاضلہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پی ایچ ڈی میں زیر تعلیم گولڈ میڈلسٹ دو کتابوں کی مصنفہ سے علمی ذوق وشوق اور دینی فکر ومزاج رکھنے والے صالح نوجوان سے رشتہ مطلوب ہے رابطہ ملی ٹائمز باکس نمبر 786

شرح اشتہار

اس کالم کے تحت شائع ہونے والے اشتہار کی شرح حسب ذیل ہے۔

اندرون ملک فی اشتہار	100 روپئے
بیرون ملک فی اشتہار	10 امریکی ڈالر

اشتہارات کی اشاعت کے جواب میں آنے والے خطوط ہم پوری مستعدی سے بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک آپ کی خدمت میں ارسال کردیتے ہیں۔

اشتہار کے ساتھ مطلوبہ رقم "ملی ٹائمز انٹر نیشنل" کے نام بذریعہ ڈرافٹ پیشگی آنا ضروری ہے۔

خلیج جائیے

REQUIRED
SALESMAN

We are looking for a smart and motivated person to fill the position of a salesman for multi type of materials.

Candidate must have a professional knowledge with proven capability, internal-personal skill. Practical experience of sales and business contacts is an advantage. Candidate required should have an excellent command of spoken and written English. Driving license is a must.

Please apply in confidence. Submit your applications before 8 April 1995 to the attention of:

DIRECTOR, LOGISTICS,
P.O. Box 753, Dhahran Int'l. Airport, Saudi Arabia

JOB OPPORTUNITIES

RIYADH CONFERENCE PALACE MANAGED BY INTER*CONTINENTAL HOTELS IS ADVERTISING FOR THE FOLLOWING VACANT POSITIONS:-

**	COOK / SAUDI FOOD	01
**	STEWARDS	03
**	WAITERS	03
**	MALE NURSE	01
**	HEALTH CLUB ATTENDANT	01
**	HOUSEMEN	04
**	MARKER / SORTER	01
**	DRY CLEANER	01

PLEASE SEND YOUR CV'S WITH RECENT PHOTO TO:

THE HUMAN RESOURCES DEPARTMENT
RIYADH 11452, P.O.BOX 6944

REQUIRED

- 1 Electrical Engineer
- 1 Air-conditioning Engineer
- 1 Plumbing Engineer

Should be College Graduates, with 5-10 years of local experience in design and site supervision works of Residential and Commercial building.

Apply in confidence to:
The General Manager
P.O.Box 55135 Riyadh 11534

WANTED IMMEDIATELY

National company operating in Books and Stationery field has vacancies for the following :

- **Computer Supervisor . He must be :**
  - 3 Years experience in NOVELL NetWare 3.11.
  - Good knowledge in WINDOWS for workgroup.
  - Good knowledge in Database languages (preferred ORCAL).
  - Knowledge in Microsoft software's.
- **Warehouse supervisor. He must be :**
  - Min. 4 years experience in warehouses operations.
  - Good knowledge in computers.
  - Preferred experience in Stationary & Acc. merchandises.
- **Cashiers . They must be :**
  - Min. 3 years experience as cashier .
  - Good knowledge in computers .
- **Books Salesman . He must be :**
  - 3 years experience in foreign books sales.
  - Specialized in Scientific & Academic Books.

All candidates must be fluent in English . Please submit CV's with contact numbers to :

THE PERSONNEL MANAGER
P.O. BOX 8833 , RIYADH 11492 - K.S.A

JOB OPPORTUNITIES

- **SALESMAN** – With valid Saudi driving licence and at least two years regular driving experience in Saudi Arabia.
- **ELECTRICAL INJECTION MOULDING MACHINE TECHNICIAN** – To operate, maintain and repair the electrical, hydraulic and mechanical systems on a variety of machinces including injection moulding machines.
- **REFRIGERATOR TECHNICIAN** – Previous experience in Central, Split and Window Air-conditioners, and Air and Water-cooled chillers.
- **STENOGRAPHER** – The applicant must have good speed in shorthand and typewriting, be able to operate computers and have a good command of English.

For jobs 1, 2 and 3 applicants must be able to communicate in basic English. All jobs are on bachelor status.

Send resume and certificates to: P.O. Box 5873, Dammam 31432, Fax: (03) 857 0266

IMMEDIATE VACANCIES

Industrial Factory For Ready Made Garment In Need Of Experienced.

1 – Tailors (Juki Machine)	– 20
2 – Sewing Machine Mechanic	– 2
3 – Silk Screen Printer	– 2
4 – Cutter	– 2
5 – Sales Men	– 3
6 – Drivers	– 3
7 – Ordinary Labour	– 10

Excellent Salaries + Free Accomodations +Free Transportation +Food Allowance.
Please apply with CV's and recent photo to:
P.O.Box 608, Makkah. Or Fax: (02) 520–0837

A leading contractor in Saudi Arabia and the Gulf has vacancies for the following positions:

- ★ PROJECT MANAGERS
- ★ PROJECT ENGINEERS
- ★ OFFICE ENGINEERS
- ★ MATERIALS ENGINEERS
- ★ SUPERVISORS/GENERAL FOREMEN
- ★ QA/QC ENGINEERS
- ★ QUANTITY SURVEYORS
- ★ PLANNING ENGINEERS
- ★ ESTIMATORS
- ★ ELECTRICAL ENGINEERS
- ★ HVAC ENGINEERS
- ★ GENERAL FOREMAN

Experience with reputable Construction Companies mainly in airport and highways, covering earthworks, asphalt mixing and laying, rigid concrete pavement, infrastructure & heavy civil works.

Interested candidates kindly send full CV with photograph to :

P.O.BOX 22168, DOHA, STATE OF QATAR
ATTENTION: THE PERSONNEL MANAGER

Contact telephone / fax number must be given.
All application will be treated in strict confidence.

ترقی کے منازل وہی طے کرتا ہے جو معرفت حق کی دولت سے سرفراز ہو

اسلام کے تصور ترقی و تنازل پر ایک نظر

اسلام کی نظر میں ترقی کا کیا تصور ہے اور اس کے ضمن میں اس کا موقف کیا ہے۔ یہ سمجھنے کے لئے ترقی کے مفہوم کا تعین بےحد ضروری ہے۔ وسیع معنوں میں ترقی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے متوقع موجودہ مقام سے آگے ہو یعنی اس کا سفر آگے کی طرف ہو اور اس کے برعکس ایک حالت ہے تخلف وتنزل کی جو اپنے متوقع مقام سے پیچھے ہو۔

تقدم و تخلف کی اصطلاحات تقابلی نوعیت کی ہیں یعنی کہ کوئی شخص ان دوسرے اشخاص کے مقابلے میں آگے یا پیچھے سمجھا جائے گا جو اس کے پیچھے اور آگے ہوں۔ ترقی کو ناپنے کا پیمانہ یہ ہے کہ انسان نے اپنے مقصد کی سمت میں کس حد تک پیش رفت کی ہے یا مطلوبہ نشانے سے کس قدر دور ہوا ہے۔ جمود کی کیفیت جو نہ انسان کو آگے کی طرف لے جاتی ہے اور نہ پیچھے دھکیلتی ہے وہ بھی ایک طرح کا تنزل ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو آگے بڑھنے کی راہیں ہموار کرنے اور آپ کو پیچھے چھوڑنے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ آپ تو اپنی جگہ ساکت کھڑے رہتے ہیں اور وہ جتنا آگے بڑھتا جاتا ہے آپ اسی قدر پیچھے ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ثابت ہوا کہ حرکت پذیری انسان کی عین فطرت ہے اور یہی تحرک زندگی کی علامت بھی ہے۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں کن مقاصد واہداف کے حصول کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ روئے زمین پر حیات انسانی کے لئے اسلام کے وضع کردہ تین مقاصد جو قرآن میں مذکور ہیں اللہ کی عبادت، زمین پر اللہ کی خلافت اور زمین کی آبادکاری ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں" عبادت کا مفہوم وتقاضہ یہ ہے کہ کامل محبت وصداقت اور ادب واحترام کے ساتھ معبود کی اطاعت کی جائے جو اس کی قدرت کے کامل عرفان وادراک کے بغیر ممکن نہیں اور یہ بات اس لئے درست ہے کہ جب انسان معبود کی حقیقت وعظمت سے ناواقف رہے گا تو صدق دلی سے اس کی عبادت کیسے کرسکے گا۔ اسی ناواقفیت کے نتیجے میں گذشتہ کئی قومیں جمادات ونباتات کی پرستش کرتی رہیں اور دعوی ان کا یہ تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کررہی ہیں۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے دوسری آیت کریمہ میں انسان کی تخلیق کے مقصد یعنی اللہ کی معرفت کی وضاحت کی گئی:

"خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ویسی ہی زمین۔ ان میں (خدا کے) حکم اترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ خدا اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔" (سورہ طلاق: 21)

اللہ کی عبادت اس کے تئیں اخلاص اور شرک سے تخلص کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ اس اخلاص کا تقاضا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور طاقت، جن وانس؛ ملائک وشیطان، جمادات وحیوانات حرص وہوا، شہوت ولذت کی پرستش کے خیال کا دل میں گذر نہ ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک عبادت ان تمام اقوال واعمال پر مشتمل ہے جو اللہ کو پسند ہوں۔

خلافۃ اللہ فی الارض۔ سے متعلق ارشاد نبوی ہے۔ "جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تو اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے۔ اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور اس نے آدم کو (سب چیزوں کے) نام سکھائے۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے اس کے سوا کچھ ہمیں معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا اور حکمت والا ہے۔ تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ آدم تم ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب انہوں نے ان کو ان کے نام بتائے تو فرشتوں سے فرمایا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ رکھتے ہو سب مجھ کو معلوم ہے۔ (سورہ بقرہ 29۔33) یہ آیات آدم کی عظمت ومنزلت کی گواہی دے رہی ہیں۔ زمین پر انسان خلیفۃ اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں حق وانصاف قائم کرے اللہ تعالی کے بتائے ہوئے وہ طور طریقے رائج کرے جو صراط مستقیم پر لگانے والے ہوں۔ اور اپنے اپنے دائرہ کار میں ہر انسان کو ذمہ دارانہ حیثیت حاصل ہے۔

تیسرا ہدف ہے زمین کو آباد کرنے کا جس کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے:

اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا۔ (سورہ ہود: 61)

یہ عمل اللہ کی خلافت کا ایک جزو ہے۔ اس کی وضاحت قرآن کریم میں اس لئے کردی گئی کہ انسان یہ نہ سوچ لے کہ دین اسلام صرف آخرت کو آباد کرنے کی تاکید کرتا ہے چاہے دنیا کتنی ہی تباہ ہوجائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس زندگی کی بڑی اہمیت ہے خواہ حیات اخروی کے مقابلے میں کتنی ہی مختصر ہو۔ دنیا آزمائش، مہم جوئی اور سرگرم عمل رہنے کی جگہ ہے۔ یہاں انسان کو مصروف عمل رہنا ہے اور آخرت میں صرف حساب دینا ہے۔

اس طرح اللہ کی عبادت اللہ کی خلافت کا جز ہے اور مذکورہ تینوں مقاصد پر ایک ساتھ نظر رکھ کر عمل کرنے والا مومن معرفت حق کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے۔ انسان جس حد تک ان مقاصد کی تکمیل کرتا ہے اسی قدر وہ معرفت حق کے میدان میں ترقی کرتا ہے۔ اور جس قدر ان کی تکمیل سے محروم رہے گا اتنا ہی تنزل سے قریب تر ہوتا جائے گا۔

حیات انسانی کے لئے جو ترقی وتقدم اسلام کو مطلوب ہے وہ روحانی ومادی، اخلاقی وعمرانی اور دنیوی واخروی علمی وایمانی اقدار پر مشتمل ایک متکامل ترقی ہے جس میں ایک عنصر دوسرے کو تقویت دیتا ہے۔ ان کے درمیان کسی طرح کا عدم توازن خرابی کا باعث بنتا ہے۔ ان اقدار پر عمل پیرا ہونے کے لئے جو طریقہ کار متعین کیا گیا ہے وہ محض اچھے اور برے کے درمیان انتخاب کا نہیں بلکہ بہتر اور بہترین کے درمیان انتخاب کا ہے یعنی حسن عمل پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ عمل احسن کا شعار اختیار کیا جائے جس کی طرف قرآن مجید میں کئی جگہوں پر اشارہ کیا گیا ہے۔

کیا بینک سے سود کی شکل میں ملنے والی رقم ناداروں کو دی جاسکتی ہے

فقہی سوال اور ان کے جواب

سوال: یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ بینک سے سود کی شکل میں حاصل ہونے والی رقم ناداروں کو دی جاسکتی ہے جب کہ سورہ بقرہ کی آیت 267 میں واضح ہدایت ہے کہ زکوۃ اپنی اچھی کمائی میں سے ادا کرو۔

جواب: سورہ بقرہ میں جس بات کی طرف اشارہ ہے اس کا حوالہ بجا طور پر دیا گیا ہے۔ زکوۃ وخیرات کے نام سے جو کچھ بھی ہم محتاجوں کو دیتے ہیں وہ ہماری حلال کمائی کا حصہ ہو۔ دانستہ طور پر خراب اور ناقابل استعمال چیزیں خیرات میں دینے کی ممانعت اس لئے ہے کہ ہمارے مقابلے میں بدحال لوگوں کے جذبات مجروح نہ ہوں۔ کسی غریب شخص کو جب کوئی کارآمد چیز یا ضرورت کا سامان خریدنے کے لئے ہم کوئی رقم دیتے ہیں تو اسے احساس ہوتا ہے کہ صحیح معنوں میں اس کی مدد کی جارہی ہے لیکن جب پھینک دی جانے والی ناکارہ اشیاء اسے دی جائیں تو ضرور اس کے احساس کو ٹھیس پہنچے گی۔

اس میں شک نہیں کہ بینک سے ملنے والا سود حلال کمائی نہیں ہے لیکن وقت ضرورت آسمانی یا انسانی آفات کا شکار لوگ مثلاً سیلاب زدہ وقحط زدگان اور بمباری سے متاثرین کو دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں فرق ہے۔ سود وہ رقم ہے جو بینک اور دیگر مالیاتی ادارے اپنے کھاتہ داروں کو جمع شدہ رقوم پر دیتے ہیں۔ سود اور ربا میں کافی مماثلت ہے جس کی بناء پر اکثر علماء نے بینک سے حاصل شدہ سود کو ذاتی مصرف میں لانے سے منع کیا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسی چیزوں میں سرمایہ لگائیں جس کا منافع لینا جائز ہو۔ جہاں تک سوال اس کا ہے کہ بینک سے ملنے والے سود کا مسلمان کے نزدیک کیا مصرف ہے تو اس کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ رقم بینک میں ہی چھوڑ دی جائے۔ یہ صورت قابل قبول اس لئے نہیں ہے کہ بینک اس سے کسی اسلام یا مسلم مخالف کاموں میں خرچ کرسکتا ہے یا کسی ایسی مشنری تنظیم کے حوالے کرسکتا ہے جو غلط عقائد کی ترویج واشاعت کرتی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس رقم کو لے کر تلف کردیا جائے۔ اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ تو دیدہ ودانستہ ایسی چیز کو تلف کرنا ہوگا جس سے افراد یا قوم کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص اسے اپنے ذاتی استعمال میں لائے۔

ہمارے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ اس رقم کو ایسے مصرف میں لایا جائے جس سے مسلم قوم کو فائدہ پہنچے۔ یہ رقم یتیم خانے کی امداد غریب مسلم علاقے میں اسکول اور دیگر سہولتوں کے قیام میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ اس متبادل صورت سے علماء کی ایک بڑی تعداد متفق ہے۔

لیکن جیسا کہ کہا جاچکا ہے کہ تیسری صورت علماء کی اکثریت کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے تو ہمارے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ اس رقم کو ایسے مصرف میں لایا جائے جس سے مسلم قوم کو فائدہ پہنچے۔ یہ رقم یتیم خانے کی امداد غریب مسلم علاقے میں اسکول اور دیگر سہولتوں کے قیام میں خرچ کی جاسکتی ہے۔ اس متبادل صورت سے علماء کی ایک بڑی تعداد متفق ہے۔

سوال: ترکستان میں قیام کے دوران میں نے ایک ایسی مغربی مسلمہ سے عقد ثانی کیا جس کے قبول اسلام کی مختوم سند ایک مفتی نے دی تھی۔ ہم دونوں میں سے کسی نے مفتی صاحب کو نہیں دیکھا تھا بلکہ ایک ترجمان نے تمام گفت وشنید انجام دی تھی اور سرٹیفکٹ لاکر دے دیا تھا۔ یہی بات شادی کے سلسلے میں بھی ہوئی۔ ہمارے اور مفتی کے پاس چند بار کی آمد ورفت کے بعد ترجمان صاحب نے ایک کاغذ ہمیں لاکر دیا جس پر انگریزی میں درج تھا کہ "یہ سند زواج ہمیں مطلوبہ مذہبی رسوم کی ادائیگی کے بعد دی گئی" کاغذ پر کوئی دستخط یا مہر نہ تھی اور نہ ہی کوئی رسم ادا کی گئی۔ ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے دوبار مختصر عرصے کے لئے ایک ساتھ رہے۔ پھر وہ اپنے گھر چلی گئی اور میں اپنے وطن میں ہوں۔ اب وہ عورت مجھ سے باقاعدہ طلاق کا مطالبہ کررہی ہے۔ یہاں ترکی سفارت خانے کا کہنا ہے کہ جو سرٹیفکٹ میرے پاس ہے اسے ترکستان میں شادی کے قانونی دستاویز کی حیثیت نہیں حاصل ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا میں اس عورت کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک تصور کیا جاؤں گا۔

باقی صفحہ 12 پر

ایکسرے کے ذریعے طبی علاج خطرے سے خالی نہیں ہے

آج کل مختلف بیماریوں کی جانچ کے لئے ایکس رے ایک عام تشخیصی آلے کی حیثیت اختیار کرچکا ہے اگر چہ معالجاتی مقاصد سے بھی اس کا استعمال ہورہا ہے۔ ایکس رے جیسا کہ ضوء ریزی کا کوئی بھی طریقہ جس میں برقی رو کا عمل دخل ہو اسے خطرے سے خالی قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس سے انسانی جسم کو کوئی بھی ضرر یا نقصان پہنچ سکتا ہے اور بیماری کی تشخیص میں تاخیر کی صورت میں جلد موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔

ایکس رے کے ذریعہ طبی معالجے میں جس بات کا خیال رکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مرض زدہ خلیوں کے آس پاس کے صحت مند خلیے بیماری سے یا تابکاری سے متاثر نہ ہونے پائیں۔

اس سلسلے میں بین الاقوامی پیمانے مقرر شدہ ہیں کہ کس مریض کو کس حد تک تابکاری بہم پہنچائی جاسکتی ہے۔ اور اس انفرادی بنیاد پر پورے ملک کے مطلوبہ ضوریزی کا پیمانہ وضع کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ملک اور اعداد وشمار اقوام متحدہ کی عالمی کمیٹی برائے اثرات تابکاری Uncear کی طرف سے ہر چوتھے سال شائع ہوتے ہیں جس میں برق ریز ادویات کی کامیابی اور تابکاری کے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

تابکاری کی حدود کا تعین عالمی تنظیم صحت کی معینہ اصطلاحات کے مطابق ہوتا ہے جس کی رو سے ہندوستان 1947 میں حفظان صحت کے میدان میں تیسرے درجے کے ملکوں کی فہرست میں رکھا گیا تھا جب سال بھر میں 20 ملین تشخیصی ایکسرے لئے جاتے تھے اور 62 کوبالٹ تھراپی یونٹ ملک میں کام کر رہے تھے 1989 تک تشخیصی مراکز کی تعداد بڑھکر 80 ملین ہوگئی اور ہر تین ہزار افراد کی آبادی پر ایک ڈاکٹر کا اوسط آگیا تو ہندوستان دوسرے درجے پر آگیا۔ اس میدان کے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ ملک صحت کے میدان میں پہلے درجے کی طرف تیزی سے قدم بڑھا رہا ہے۔ 1974 میں ہر ایک ہزار کی آبادی پر 35 ایکس رے کا اوسط تھا جب کہ 1989 میں اوسط 105 ہوگیا۔ تاہم یہ اوسط درجہ اول کے ملکوں کے مقابلے میں بہت کم ہے جہاں فی ایک ہزار کی آبادی پر سالانہ ایکسرے کا اوسط 860 سے ایک ہزار ہے۔ ہندوستان میں یہ اوسط آہستہ چند سالوں میں دو سو سے دو سو بیس تک فی ہزار ہوسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حفظان صحت کے اعلی ترین زمرہ میں شامل ہوجانے کی بدولت مضر ذیلی اثرات کے امکانات بڑھ تو جائیں گے لیکن عالمی اوسط سے نیچے ہی رہیں گے۔

پہلے سے درجہ اول کی فہرست میں شامل ممالک میں فی ہزار ایکسرے ایکسپوژر کی تعداد کو کم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کی وجہ تابکاری کی زیادتی سے پیدا ہونے والے خطرات ہیں۔ اس صورت حال سے سبق سیکھتے ہوئے ہندوستان کو چاہیے کہ ایک بار تابکاری کے کیسوں میں اضافہ کرکے پھر اس میں کمی لانے کے بجائے طبی تشخیص کے دوران مریض کو دی جانے والی تابکاری کی شدت مقدار کو ہی کیوں نہ قابو میں رکھے۔ اس معاملہ کا ایک اہم اور تشویشناک پہلو یہ ہے کہ مریض کے علاوہ ٹیکنیشین اور ریڈیو لوجسٹ بھی خاصی حد تک تابکاری کی زد میں آجاتے ہیں۔ کثرت تابکاری سائنسی بحث کا موضوع بنی ہوتی ہے اور اس امر پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں جن حالات میں ایکسرے لئے جاتے ہیں وہ اس کام کے لئے موزوں نہیں ہیں اور کثرت تابکاری کا سبب بھی یہی ہے۔ مختلف مطالعات میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ ایکسرے غیر محفوظ ماحول میں ہوتے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق 750 ایکسرے یونٹوں میں سے 33 فیصد ایسے ہیں جن کے ٹیوب اسکرین کی شست ہی درست نہیں ہے۔ 25 فیصد کی لائٹ ناکافی ہے۔ 20 فصد

> اسپتالوں کے ایکسرے کے شعبوں کے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ اپنا کام غیر معقول فائیبر پروسسنگ کنڈیشن میں کررہے ہیں اور انہیں فلموں کو اٹھاکر بار بار دیکھنا پڑتا ہے کہ کس حد تک ان پر نشانات ابھرے ہوئے ہیں۔ ایسے یونٹ کم ہی دیکھنے میں آئے جو مریضوں کے لئے کم سے کم مقرر شدہ تاب کاری بہم پہنچائیں

تنصیبات ایسی ہیں جہاں اسٹاف کے لئے ربر کے ریپرن ہی نہیں ہیں۔ ہر تین یونٹوں میں سے ایک یونٹ ایسا ضرور پایا گیا ہے جس میں ایکسرے ٹیوب اور شفاعی اسکرین کی شست درست نہیں تھی۔ اس طرح کے ناکارہ آلات کو دن بھر میں کئی بار استعمال کرنے کی بنیاد پر متعلقہ اسٹاف جائز حدود سے زائد تابکاری سے متاثر ہوتے ہیں اگر غلطی سے کہیں ان یونٹوں میں لگے ہوئے الومنیم کے فلٹر ہٹا دیے جائیں تو صورت حال اور بھی خطرناک ہوسکتی ہے۔

اسپتالوں کے ایسکرے کے شعبوں کے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ اپنا کام غیر معقول فائبر پروسسنگ کنڈیشن میں کر رہے ہیں اور انہیں فلموں کو اٹھاکر بار بار دیکھنا پڑتا ہے کہ کس حد تک ان پر نشانات ابھرے ہیں۔ ایسے یونٹ کم ہی دیکھنے میں آئے جو مریضوں کے لئے کم سے کم مقرر شدہ تابکاری بہم پہنچائیں۔ بعض یونٹ تو اوسط مقدار سے زیادہ جاکر 200 ڈگری تک کی تابکاری اپنے مریضوں کو دیتے تھے۔

ایکسرے یونٹوں کے لئے ضابطہ عمل پہلے سے وضع شدہ ہے لیکن اس کا نفاذ بالکل دیکھنے میں نہیں آتا۔ ایٹمی توانائی قانون مجریہ 1962 کے تحت ایٹمی توانائی ضابطہ جاتی بورڈ کو حفاظت سے متعلق تمام ضابطے تیار کرنے اور انہیں نافذ کرنے کا حق حاصل ہے۔ ایسے یونٹوں میں موجود آلات یا اس کے ذمہ داران کی کارکردگی کے معیار کا تعین بھی یہی بورڈ کرتا ہے۔ بورڈ کے چیئرمین کے مطابق عام حفاظتی طریقوں کے شعور کی کمی خود ریڈیو لوجسٹ اور فزیشین حضرات میں بھی خاصی حد تک پائی جاتی ہے۔ اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے انڈین کونسل آف انڈسٹریل ریسرچ کی لیباریٹریوں سے ایک ملک گیر منصوبہ کا سروے کیا جائے تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ وہاں حفاظتی تدابیر کس حد تک برتی جارہی ہیں۔ اس کے ساتھ اس پر بھی نظر رکھی جائے کہ فزیشین آنکھ بند کرکے بلاضرورت ایکسرے نہ تجویز کردیں جب کہ دیگر متبادلات سے کام چل سکتا ہو۔

●

بقیہ کوئی اورنگ زیب نہ پیدا ہو جائے

سرکوبی کے لئے بیجاپور کی فوج افضل خان کی کمان میں 1659 میں نکلی۔ اس موقع پر اپنی شکست کا اندازہ لگاکر انہوں نے ایک چال چلی اور افضل خاں سے ملاقات کا پیغام بھجوا دیا۔ لیکن ملاقات کے وقت انہوں نے دھوکے سے شیر پنجہ سے افضل خان کا پیٹ چاک کردیا اور اس کا سر قلم کرکے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس وقت اورنگ زیب عالم گیر کی حکومت تھی۔ انہوں نے شائستہ خاتون کو شیوا جی کی سرکوبی کے لئے پونا روانہ کیا۔ شیواجی نے پھر شکست کے خوف سے راہ فرار اختیار کرلی اور قلعہ خالی کردیا۔ انہوں نے دھوکے سے مغلوں کی فوج میں اپنے آدمی گھسادیئے اور رات میں ہندوؤں کی ایک فرضی بارات نکالی، وہ خود بینڈ بجاتے ہوئے اس میں شامل ہوگئے اور رات کی خاموشی میں قلعہ پر حملہ کرکے شائستہ خان کی فوج کو تہہ تیغ کردیا شائستہ خان کا بیٹا مارا گیا۔ اور پھر شیواجی بھاگ نکلے۔

اورنگ زیب نے شیواجی کو اپنے دربار میں بلایا۔ وہ اپنے بیٹے سمبھاجی کے ساتھ 12 مئی 1666 کو اورنگ زیب کے دربار میں حاضر ہوئے انہیں بادشاہ نے عزت سے ایک محل میں ٹھہرایا مگر وہ محافظ کو دھوکہ دے کر پھر بھاگ نکلے۔

شیواجی نے مسلم حکمرانوں کے خلاف نفرت کی جو بنیاد ڈالی تھی اسی بنیاد کو شیو سینا دیوار کی شکل میں اونچا کرنا چاہتی ہے تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرکے مسلمانوں کے خلاف قتل وخون کا بازار گرم کرنے کی فضا سازگار کرسکے۔ شیوا جی کو اورنگ زیب کے ہاتھوں جو ہزیمت اٹھانی پڑی اس کو شیواجی تو زندگی بھر فراموش نہیں کرسکے تھے بال ٹھاکرے بھی اس آگ کو اپنے سینے میں دہکائے ہوئے ہیں اور شیواجی کے نقش قدم پر چل کر ملک کے ماحول کو خراب کرنے کی سازشیں مرتب کررہے ہیں۔

آج بمبئی میں جو کچھ ہورہا ہے اس کا رد عمل بھی ہوسکتا ہے۔ اور بال ٹھاکرے کی مسلم دشمنی کا قلع قمع کرنے کے لئے کوئی اورنگ زیب بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر بال ٹھاکرے کی فرقہ وارانہ سیاست پر بند باندھ کر کسی اورنگ زیب کو پیدا ہونے سے نہ روکا گیا تو ہندوستان جس تباہی سے دوچار ہوگا اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ملک کے سیکولر عناصر پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بال ٹھاکرے کی متعصبانہ پالیسیوں کی بیخ کنی کرنے کے لئے اقدام کریں۔ ورنہ تباہی وبربادی کی ذمہ داری سے وہ بھی بچ نہیں پائیں گے۔

بقیہ، اقلیت کشی کی منزل سے

فاضل اس کی چھینٹیں اپنے عمامہ ودستار پر خوشی خوشی لیتے ہیں۔

اس سے قبل بھی دنیا کی قوموں پر تجدید پرستی اور قدامت پرستی کے یہ دور آئے ہیں اور ہزاروں کے خون کے خراج لے کر گزر گئے ہیں لاشوں کے انبار ہی نہیں تہذیب اور ترقی کے مسخ شدہ مجسمے بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے اور دنیا کو بہت مدت لگی کہ پھر اپنی رفتار پر واپس آئے اور انسانی فلاح کے راستے پر چلے۔ مجروح سلطان پوری نے کیا شعر کہا ہے:

آیا ہے ہمارے دیس میں بھی اک دور زلیخائی یعنی
اب وہ غم زنداں دیتے ہیں جن کو غم زنداں ہوناتھا

جب مجرموں کے ہاتھ حکومت سونپ دی جائے جب آئین کے برخلاف نفرت کے پرچار کرنے والوں اور منافرت کی گندگی عام کرنے والوں کے سر پر تاج ہو تو سیکولر اور انصاف پسند شہریوں کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ ذرا اپنے دل کو ٹٹولیں کہ ان سے آخر کہاں بھول ہوئی اور کس جگہ وہ راستہ چوک گئے۔۔۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بھی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ وقت کے تیور کو پہچانیں، اپنی صفیں مرتب کریں، اگر آئین میں کہیں جھول ہو تو اس کی اصلاح کریں اور اگر اس پر عمل درآمد کرنے والے سست اور بدنیت ہیں تو ان کے مقابلے میں جمہوریت کی اعلی قدروں کو عزیز رکھنے والوں کی صف بندی کریں کہ آزادی اور جمہوریت ہر آن حفاظت بھی چاہتی ہیں اور اس کے لئے لگاتار قربانی کا بھی مطالبہ کرتی ہیں۔ ضرورت ہے تو صرف اس کی کہ دشمنوں کے تیور کو پہچانا جائے اور بلاتعصب اور رکاوٹ کے ہر مذہب وملت کے لوگوں اس مقدس فرض کی ادائیگی میں شریک کیا جائے جو ہندوستان میں انسانیت کی حفاظت کا فریضہ ہے اور جو اگر آج ادا نہ کیا گیا تو پھر بہت دیر ہوچکی ہوگی اور ملک آمریت اور مذہبی تنگ نظری کے اندھیروں میں کھوچکا ہوگا اور اس المناک حادثے سے بچانے کے لئے ہر قوم پرست ہندوستانی پر تاریخ نے بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے۔ بقول فیض:

چشم نم جان شوریدہ کافی نہیں
تہمت عشق پوشیدہ کافی نہیں
آج بازار میں پا بجولاں چلو

"اگر چشم نم اور جان شوریدہ" کے علاوہ بھی کسی اور شہادت کی ضرورت ہو تو بال ٹھاکرے کا بیان کافی ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں سے ایک ایک کو ملک بدر اور ہوسکا تو جہان بدر کردیا جائے گا۔ شیوسینا کے وزیر اعلی کا یہ بیان کافی ہے کہ عثمان آباد اور اورنگ آباد کے نام بدلے جائیں گے۔ یہ خبریں کافی ہیں کہ بمبئی کا نام موبئی رکھا جائے گا جن سے صاف ظاہر ہے کہ سارا زور دقیانوسیت پرستی اور ماضی پرستی ہی پر صرف کیا جارہا ہے اور یہ صرف چند ظاہری نشانیاں ہیں جو چند ہفتوں میں سامنے آئی ہیں

دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

مغربی معاشرہ بن بیاہے والدین کی آماجگاہ کیوں بنتا جارہا ہے؟

جدید ماہرین جنسیات اسلام کے نظریہ جنس کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور

مصنفین و مرتبین، اشاعتی اداروں اور مکتبوں کے ذمہ داروں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر آپ اپنی کتابوں پر تبصرہ کروانا پسند کریں تو ملی ٹائمز کے صفحات حاضر ہیں۔ موصول ہونے والی کتابوں کا اندراج بھی اسی صفحہ پر کیا جائے گا۔ تبصرہ کے لئے دو عدد کتاب بھیجنا ضروری ہے۔

سلطان احمد اصلاحی صاحب کی تصنیف " اسلام کا نظریہ جنس " تین وسیع ابواب پر مشتمل ہے یعنی (1) دور حاضر کی بے قید و بے مہار جنسی انارکی (2) اسلام کا نظریہ جنس اور (3) جنس کے مختلف رویے اور اسلام۔ ان ابواب میں اہمیت جنس، تحدید جنس، تقدیس جنس، جماع کے آداب، اسلام میں نکاح کے مقاصد، جنسی تسکین کا وسیع دائرہ، مانع حمل تدابیر کا مسئلہ اور جوڑے کے انتخاب کی معقول حدود جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

ان مندرجات سے جو مجموعی تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ جنس کے تئیں جائز اور فطری و شرعی حدود میں رہتے ہوئے جن رویوں کو اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل مستحسن قرار دیا ان کی توثیق آج کے ماہرین جنسیات کے افکار سے ہورہی ہے

زندگی کے دوسرے شعبوں کی مانند جنس اور اس کے متعلقات کے تئیں اسلام کے فطری حقیقت پسندانہ رویے سے گہری اثر پذیری کو اس پیش کش کے محرک کی حیثیت حاصل ہے۔ جنس کے فطری داعیے سے انحراف اور اس کے تقاضوں سے جبرا گریز کے رجحان نے عالم عیسائیت کو آج ایسے اخلاقی بحران میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ اس میں سے نکلنے کے لئے جس قدر ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اسی قدر اور اندر دھنستا جارہا ہے۔ مغربی کلیساؤں کی تاریخ شاہد ہے کہ مسیحیت نے رہبانیت کے نام پر مسلط کردہ تجرد کو انسانی زندگی کا مطمح نظر قرار دے کر در پردہ جنسی استحصال، بے راہ روی اور بد عنوانی کو جنم دیا جس کے نتیجے میں ایک پوری نسل مذہب سے برگشتہ ہوگئی اور بے زمام شہوت رانی کی حمایت کرنے لگی یہاں تک کہ اسے ایک خالص حیاتیاتی مسئلہ بنا کر جنس کو تمام تر انسانی زندگی کے محور کا درجہ دیدیا گیا نفسیاتی و سماجیاتی رویے بھی اسی جبلت کے اسیر ہو کر رہ گئے اور شخصی آزادی کے نام پر معاشرے کی فلاح و بہبود کو قربان کردیا گیا۔

باب اول میں اصلاحی صاحب نے جنسی اباحیت کے تصور کی ابتدا اور اس کے سماجی و نفسیاتی پہلوؤں کے حوالے سے قبل از ازدواج اور غیر ازدواجی جنسی تجربوں اور دیگر جنسی جبلتوں کا بھی جائزہ لیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے ایرا ایل رِیس کی تحریروں اور دو مستقل تصانیف سے بھرپور استفادہ کیا ہے جن کے عنوانات ہیں (1) امریکہ میں قبل از ازدواج جنسی معیارات اور (2) قبل از ازدواج جنسی اباحیت کا سماجی سیاق۔ اصلاحی صاحب ایرا ایل ریس کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہیں وہ لکھتے ہیں:

"اس عرصہ میں جن مصنفین و مفکرین اور اہل قلم کے ذریعہ اس تصور (قبل از ازدواج جنسی اباحیت) کی متعین شکل و صورت سامنے آتی ہے اس کے خد و خال نمایاں ہوتے ہیں ان میں ماہر سماجیات جناب ایرا ایل ریس کا نام سر فہرست ہے۔۔۔۔ اس موضوع پر مختلف پہلوؤں سے موصوفہ کے متفرق مقالات کے علاوہ جو مغرب کے معیاری جرنلوں میں شائع ہو چکے ہیں، ان کی دو مستقل تصانیف ہیں۔۔۔۔ افسوس کہ ہمیں تلاش کے باوجود مصنفہ کی پہلی کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔"

جنسی اباحیت و بے اعتدالی اور شادی کے روایتی ارادے سے انحراف کے ضمن میں دیگر مغربی مصنفین کی کاوشوں کا بھی ذکر اس باب میں آیا ہے مثلاً رابرٹ بل (بگڑتے سماج میں قبل ازدواج جنس) جان گیگنان (قبل از دواج مباشرت اور ذاتی باہمی تعلقات، ج بن لنڈسی (CompanionateMarriage) اور الیکس کمفرٹ (معاشرے میں جنس) ان حضرات کے افکار کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مرض زدگی کو صحت کی نشانی سمجھنا مغرب کا شیوہ بن گیا ہے جس نے جنسی بے راہ روی کے لئے انسانی برتاؤ کے مختلف روپ اور جنسیاتی اثرات کے بہانے سے منطقی اساس تو فراہم کردی اور انحرافی برتاؤ کو جسمانی نظام کے ارتقائی عمل کا حصہ بھی ثابت کردیا ہے لیکن دین و شریعت اور قانون فطرت سے جنگ اسے بہت مہنگی پڑی اور آج وہاں کا معاشرہ بن بیاہے باپ اور بن بیاہی ماؤں اور شادی کے بغیر مباشرت لواطت، عورتوں کی ہم جنسی جیسے سنگین مسائل سے عذاب کی حد تک دوچار ہے۔

دوسرے باب میں مصنف نے ایک ایسے جنسی نظام کی تصویر پیش کی ہے جو مغرب کے جنسی رویوں کے برعکس ہے۔ اس نے جنس کو ایک صالح اور جائز داعیے کی حیثیت دے کر اس کی تسکین کے جائز طریقے متعین کیے ہیں جس سے رشتہ نکاح کے اندر حدود آداب کی رعایت سے جنسی سرگرمی بھی باعث حیرت بن جاتی ہے۔ رشتہ ازدواج سے باہر عورت اور مرد کے درمیان خلوت کو اسلام ہرگز قبول نہیں کرتا اور باعث تعزیر ٹھہراتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جس شخصی آزادی کے نام پر مغرب میں جنس کے منحرف رویوں اور ہولناکی کو فروغ دیا گیا ہے اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ وہ معاشرہ کی فلاح و بہبود پر پہلے نگاہ کرتا ہے اور اس کے لئے ایک معیار متعین کردیتا ہے جس سے تجاوز گمراہی کا باعث ہوگا۔ وہ نہ تو خود لذتی کو سند جواز عطا کرتا ہے نہ ہم جنسی اور نہ امرد پرستی کو، جن کے ذریعہ شخصی آزادی کے متوالے بزعم خود بام عروج پر پہنچ گئے ہیں۔

اس باب میں کلام اللہ اور احادیث رسول صلعم کی روشنی میں جنس کی اہمیت نسوانی کشمکش اور جنسی تسکین سے ناگزیریت میں شرمگاہوں کی حفاظت کی حکمت، تعداد ازدواج، زنا کی تعزیر سے بحث کی ہے۔

جنس کی تقدیس اور اس کے جزو عبادت اور طہارت بننے کے اثبات میں خصوصاً سورہ روم کی آیات 9-11 اور 28-32 اور شرح نووی اور احیاء علوم الدین جیسی مستند کتب سے مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ مباشرت کے آداب میں رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کے طریقہ کار کو مشعل راہ بنایا گیا ہے " نسائکم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم " (البقرہ: 223) کی مختلف پہلوؤں سے وضاحت کرتے ہوئے عورت کے ساتھ غیر فطری عمل سے بار بار خبردار کیا گیا ہے۔ خلوت میں زوجیت کے مابین معاملات، ذاتی صفائی ستھرائی، حصول تغذیہ اور قوت مردمی بڑھانے کے طریقوں منع حمل تدابیر اور دیگر حد درجہ صیغہ راز کی باتوں سے بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

ان مندرجات سے جو مجموعی تاثر ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ جنس کے تئیں جائز اور فطری و شرعی حدود میں رہتے ہوئے جن رویوں کو اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل مستحسن قرار دیا ان کی توثیق آج کے ماہرین جنسیات کے افکار سے ہورہی ہے۔

جیسا کہ اصلاحی صاحب نے لکھا ہے طویل عمر تک سرگرم جنسی زندگی گزارنا صحت مند رجحان ہے لیکن ہندوستان میں اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہ رائے قائم کرتے ہوئے انہوں نے ایسا لگتا ہے کہ یہاں کے زرعی معاشی نظام، مشترک خاندان اور سوء تغذیہ (خصوصاً عورتوں میں) جیسے مسائل سے صرف نظر کیا ہے۔ جنسی لذت کی افزائش

رشتہ ازدواج سے باہر عورت اور مرد کے درمیان خلوت کو اسلام ہرگز قبول نہیں کرتا اور باعث تعزیر ٹھہراتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جس شخصی آزادی کے نام پر مغرب میں جنس کے منحرف رویوں اور ہولناکی کو فروغ دیا گیا ہے اسلام میں اس کی گنجائش نہیں

بقیہ صفحہ ۱۳

آپ کی الجھنیں

میری بیوی فون پر رشتہ دار عورتوں کو انکے شوہروں کے خلاف بھڑکاتی ہے، بتائیے میں کیا کروں؟

ہم " آپ کی الجھنیں " کے عنوان کے تحت ایک نیا کالم شروع کررہے ہیں۔ اس میں ایسے سوالوں کے جواب دیے جاتے ہیں جو نفسیاتی الجھنوں کا باعث بنتے ہوں۔ اگر آپ کسی الجھن میں مبتلا ہیں یا کسی اہم مسئلے پر فیصلہ نہ لینے کی پوزیشن میں ہیں جس سے آپ کی زندگی کا سکون درہم برہم ہوگیا ہے تو آپ فوری طور پر ہمیں اپنے مسائل سے آگاہ کریں۔ ہم آپ کی نفسیاتی الجھنوں کو دور کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔

سوال: میری بیوی رشتہ دار عورتوں میں فساد پھیلانے کے لئے ٹیلی فون کا غلط استعمال کرتی ہے۔ اس کا معمول ہے کہ وہ ان کے خانگی معاملات میں مداخلت کرتی ہے اور بیویوں سے کہتی ہے کہ اپنے شوہروں اور ان کے والدین کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔ گھر کے اخراجات بڑھائیں جب کوئی چیز وہ سو کی خریدتی ہے تو دو سو کی بتاتی ہے۔ میرے بارہا سمجھانے کے باوجود وہ اس عادت سے باز نہیں آتی۔ اس مسئلہ کو سلجھانے میں براہ کرم میری مدد فرمائیں۔

جواب: ٹیلی فون اللہ کی ایسی نعمت ہے جس کے ذریعہ آدمی گھر بیٹھے دوسروں سے رابطہ قائم کرسکے۔ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ کہ اسے غلط مصرف میں لانا۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بعض مسلمان اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہوئے انہیں مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ایسے نہ جانے کتنے خاندان ہیں جو اس نعمت کی آرزو رکھتے ہیں اور انہیں یہ حاصل نہیں ہو پاتی۔ اور یہ عورت ہے کہ ٹیلی فون کی مدد سے اپنی رشتہ دار عورتوں میں فتنہ و فساد پھیلا رہی ہے۔ آج کے دور میں زوجین کے درمیان افتراق و طلاق کا ایک بڑا سبب ناصح مشفق کا بھیس بدلنے والی ایسی متعدد عورتیں ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس قسم کی خواتین عزیزوں میں جدائی اور عداوت کی جڑ ہیں۔ رسول اکرم صلعم نے ایسے شخص پر لعنت و ملامت کی ہے جو کسی عورت کو اس کے شوہر کی طرف سے متنفر کرے اور ان کے درمیان فساد پیدا کرے یا کوئی ایسا کام کرے جس سے معلوم ہو کہ عزیزوں میں نفاق ڈالنے کی غرض سے ابلیس کا کردار ادا کرے۔ جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے کہ ان کی بیوی سو روپے کی چیز خرید کر دوسری عورتوں کو دو سو کی بتاتی ہے تاکہ ان کے میاں بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا ہو اور یہ گھر کے اخراجات کو بڑھانے کی بھی انہیں تلقین کرتی ہے تو اسی صورت حال کے بارے میں رسول اکرم صلعم کا فرمان ہے کہ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔

اس سلسلے میں میرا مشورہ ہے کہ اپنی بیوی کو ڈانٹ ڈپٹ کر رکھیں کہ فساد نہ پھیلائے اور وہ خود اپنے والدین اور بھائیوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے اس کا بڑا فائدہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ بیوی کو شوہر کی موجودگی کے علاوہ کسی اور وقت ٹیلی فون نہ کرنے دیا جائے۔ اسے برابر نصیحت کرتے اور اللہ کا خوف دلاتے رہنا چاہئے۔

Invitation Price RS. 4/-
1 - 15 MAY, 1995

The Milli Times International
(India's first International Urdu Weekly)
49, Abul Fazal Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-110025 Phone:6827018

R. N.I.No. 57337/94
RGD. DL NO. - 16036/95

بہن حبیبہ کا درد

صاف ستھری سڑکوں، سبزہ زاروں اور ہرے بھرے درختوں کے قطار اندر قطار دلفریب ماحول میں اگر آپ کو لندن کی یاد آنے لگے اور ہمہ دمہ رواں لیکن پر وقار زندگی کی دوڑ دھوپ میں با حجاب خواتین کا بہت زیادہ عمل دخل نظر آئے اور بس میں سوار ہوتے ہی معزز ہندوستانی مسلمان سمجھ کر کوئی با حجاب خاتون آپ کو السلام علیکم کہہ کر باوقار خوش اخلاقی سے آپ کی رہنمائی کے لئے اپنی خدمات پیش کردے تو سمجھ لیجئے کہ آپ ملیشیا کی راجدھانی کوالالمپور میں پہونچ گئے ہیں۔ مسلم ممالک میں ملیشیا کی بات ہی کچھ اور ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں اس ملک کی حیرت انگیز ترقی نے ساری دنیا کی توجہ اپنی جانب مبذول کرلی ہے۔ اور یہ سب کچھ مغرب کی سخت مخالفت کے باوجود ہوا ہے۔ موجودہ وزیر اعظم ماثر محمد دل سے امریکی تہذیب کے خواہ کتنے ہی مداح ہوں بر سر عام امریکہ کے خلاف وقتاً فوقتاً بولنے سے باز نہیں آتے اور برطانیہ سے ان کے جھگڑے کا قصہ تو ابھی بہت زیادہ پرانا نہیں ہوا ہے۔

لیکن اس تیز رفتار ترقی کے باوجود سب کچھ ٹھیک ہونے کا احساس نہ تو اس ملک کے عام باشندوں کو ہے اور نہ ہی سیاسی اور مذہبی قائدین اپنی تیز رفتار ترقی سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے فضل سے ملیشیا میں کمی کس بات کی ہے۔ بازار سامانوں سے بھرے، سڑکوں پر چمچماتی برق رفتار کاروں کا ہجوم، خریداروں کی بھیڑ بھاڑ اور ہلکی ہلکی موسیقی میں ڈوبا ہوا سوپر مارکٹ ناظرین پر خوشحالی کا ایک گہرا تاثر چھوڑتا ہے۔ دوسری طرف مساجد نمازیوں سے ابل رہی ہیں، اسلامی شعائر کا پاس ولحاظ عام ہے اور ساتھ ہی ساتر لباس میں باحجاب مسلم خواتین کی چلت پھرت سے بھی ملک کے اسلامی تشخص کا احساس ہوتا ہے۔

بہن عائشہ نور کوالالمپور کی قومی یونیورسٹی کی طالبہ ہیں۔ ایک باشعور مسلم کی طرح مشرق و مغرب کے واقعات پر آپ کی گہری نظر ہے۔ آپ نے ایک دردمند دل پایا ہے جو ہر لمحہ امت کو عزت و وقار کا مستقبل عطا کرنے کے لئے بے چین رہتا ہے۔ بہن عائشہ کا کہنا ہے کہ ملیشیا کی برق رفتار مادی ترقی میں اگر کہیں کچھ کھوئے جانے کا احساس ہوتا ہے تو وہ ہمارا روایتی اسلامی اقدار والا معاشرہ ہے جو مسلسل مغربی ثقافت کے دباؤ میں ہے۔ مغرب کی ٹکنالوجی اور جاپانی مصنوعات اور کارخانوں کے ساتھ جو چیز ہمارے معاشرے میں داخل ہوگئی ہے وہ اخلاقیات سے آزاد بے راہ روی ہے جسے بدقسمتی سے نوجوانوں میں قبول عام حاصل ہوگیا ہے۔ سیاحت کے نام پر آنے والے مغربی باشندے اپنے ساتھ بے شمار مخرب اخلاق عادات واطوار بھی لاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ سیاحوں کی آمد سے ہمارے بازاروں میں چہل پہل بڑھ جاتی ہے اور سال بھر تجارت پوری آب و تاب کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ لیکن اس کے عوض صرف پیسے ہی نہیں ملتے بلکہ اوباش اطوار اور جنسی بیماریوں کی کھیپ کی کھیپ بھی ہمارے معاشرے میں داخل ہو جاتی ہے۔

عائشہ کی سہیلی حبیبہ جو میڈیکل کالج کے آخری سال کی طالبہ ہیں ذرا جھجھکتے ہوئے لیکن پر اعتماد انداز سے ایک اور حقیقت سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مغرب کے زیر اثر ہمارے اقدار ہی تباہ نہیں ہورہے ہیں بلکہ انتہائی تشویشناک بیماریاں بھی ہمارے گھروں میں داخل ہورہی ہیں۔ مثال کے طور پر عنق رحم کے کینسر CancerCervical کی جانچ مغربی معاشرے میں معمول کی کارروائی سمجھی جاتی ہے۔ یقیناً رحم کا کینسر ایک جان لیوا مرض ہے اور اس کے فوری تدارک کی کوشش ضروری ہے۔ لیکن مسلم معاشرے میں شادی سے قبل جنسی تعلقات کی عدم موجودگی اور جنسی بے راہ روی کو سخت ترین گناہ قرار دیے جانے کی وجہ سے معاشرے میں کسی ایسی جانچ کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی تھی۔ ہمارے دینی اقدار ہی ہمارے سب سے بڑے محافظ تھے پھر کسی غیر ضروری طبی مدد کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لیکن اب مغربی ثقافت کے اثرات سے ہم متاثر ہورہے ہیں۔ اب تک مسلمان علی الاعلان کہتے آئے تھے کہ عنق رحم کے کینسر سے ہمیں کوئی نسبت نہیں، یہ بے راہ رو مغرب کا درد سر ہے، ہمیں طبی حفاظت کی ضرورت نہیں کہ ہماری حفاظت کے لئے اسلام کافی ہے۔ لیکن اب یہ جان کر کہ جدہ کے شاہ خالد قومی محافظ ہاسپٹل میں گذشتہ دس سالوں میں جن 1515 خواتین کی جانچ کی گئی ان میں 29 رحم کے کینسر میں مبتلا پائی گئیں۔ ایسا لگتا ہے مغربی ثقافت کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کا وقت آگیا ہے۔

بہن حبیبہ اس بات سے بھی پریشان ہیں کہ ملیشیا میں سیاحت کے کاروبار کو جتنا بھی سمیٹا جائے پڑوسی ممالک کے اثرات سے اسے بچانا ایک مشکل کام ہوگیا ہے۔ ملیشیا کے ایک طرف تھائی لینڈ ہے جس کے دارالحکومت بنکاک کو ارض گناہ کی حیثیت سے بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ دوسری طرف سنگاپور ہے جہاں رنگ و نور کی ایک طلسماتی دنیا آباد ہے حبیبہ کے ناصحانہ لہجے میں بلا کا درد ہے وہ کہتی ہیں کہ ان بیماریوں کا تعلق جسم سے کہیں زیادہ روح سے ہے۔ اگر روح پاک ہو تو کسی جانچ کی ضرورت نہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان جیسی بے شمار بیماریوں کے خلاف ہماری پناہ گاہ صرف اور صرف اسلام ہے۔

اے کاش کہ مسلم خواتین بہن حبیبہ کا درد سمجھ سکیں!